فروع الایمان

ایمانی اعمال

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

فروع الایمان

ایمانی اعمال

جس میں ایمان کی اُن بہتّر صفات کا ذکر ہے
جن کا ہر مسلمان میں ہونا ضروری ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

ادارۃ المعارف کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ضرب اللہ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون وَالصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وخلیلہ وحبیبہ محمد الذی جعل الایمان بضعاوسبعین شعبۃ فافضلہا قول لا الٰہ الا اللہ وأدناھا إماطۃ الأذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الإیمان متفق علیہ، ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیٰ عبادہ العلماء الصالحین الذین استنبطوا ھذہ الشعب من الکتاب والسنۃ وعینوا ھالعامۃ الأمۃ جعلنا اللہ تعالیٰ من یقتحم ھذہ الشعاب ویدخل تلک الأبواب ورزقنا عندہ حسن مآب ویسرلنا فی یوم الحساب۔

جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کی آیت مرقومہ بالا سے مجملاً معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں کچھ اصول اور کچھ فروع ہیں اور حدیث مذکور میں ان کا عدد بھی متعین فرمادیا گیا ہے۔ ستر سے کچھ زائد ہیں، اوران کی تعیین وتفصیل کے پتہ بتلانے

کو اس کے تین شعبے ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ ایک اوسط بھی فرما دیے گئے تاکہ علمائے مستنبطین و مستخرجین شعب باقیہ کو خود اپنے ذہن خداداد کی قوت سے نکال کر دوسروں کو بتلادیں۔ چنانچہ علمائے محدثین و محققین نے قرآن و حدیث میں غور کر کے ان سب شعبوں کو جمع کیا اور متعدد کتابیں اس بحث میں تصنیف فرمائیں۔ جزاہم اللّٰہ تعالےٰ خیر الجزاء۔

مدت سے میرے خیال میں تھا کہ ان سب شعبوں کو اپنے ہم وطن اسلامی بھائیوں کی آگاہی کے واسطے عام فہم اردو میں لکھوں تاکہ ان کو یہ معلوم ہو کہ جس ایمان کا ہم دعویٰ کیا کرتے ہیں اس کے اس قدر شعبے ہیں اور غور کریں کہ ہم میں کتنی باتیں ہیں کتنی نہیں ہیں تاکہ اس سے اپنے ایمان کے نقصان و کمال کا اندازہ کر سکیں اور جن اوصاف کی کمی اپنے اندر پائیں ان کی تحصیل و تکمیل کی کوشش کریں اور بدون تکمیل اس دعوے سے شرمائیں۔ گو اصول دین کے مان لینے سے ادنیٰ درجہ کا ایمان میسر ہو جاتا ہے مگر وہ ایمان ایسا ہی ہے جیسا، لنگڑا، لنجا، اندھا، کانا، اپاہج آدمی آدمی کہلایا جاتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ایسا آدمی کس درجہ کا آدمی ہے۔

دوسری غرض ان شعبوں کے بتلانے سے یہ بھی ہے کہ غیر قوموں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اسلام کی تعلیم کافی و تام ہے[1] اور اسلام اسی کو کامل مسلمان جانتا ہے جس میں یہ سب خصائل خیر و اوصاف کمال ہوں، ناقص مسلمانوں کی حالت دیکھ کر اسلام کی تعلیم کو بے وقعت نہ سمجھیں کیونکہ اسلام

---

[1] اسی لئے تمام شعبہ کے متعلق آیات و احادیث بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب تعلیم شارع کی ہے کسی کا قیاس نہیں ہے۔

کا کام بتلا دینا ہے نہ کہ زبردستی کسی کو ویسا ہی بنا دینا۔ یہ قصور ہم لوگوں کا ہے۔ اسلام پر کوئی الزام نہیں۔

بھائیو! اسلام کے شعبے سننے کے لئے تیار ہو جاؤ اور ہمت قوی رکھو کہ یہ سب شعبے تم کو حاصل ہو جائیں۔ اس وقت البتہ مؤمن کامل بن سکتے ہو۔

مقدمہ:- یہ سب شعبے حسب تعداد محققین ستتر ہیں جن میں تیس تو قلب سے متعلق ہیں اور سات زبان کے ساتھ اور چالیس باقی جوارح کے ساتھ، ہم تینوں قسموں کو تین باب میں ذکر کرتے ہیں۔

وباللہ التوفیق:-

باب ا

بیان میں ان شعب[1] ایمان کے جو قلب سے متعلق ہیں وہ تیس شعبے ہیں۔

(۱) ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر (۲) یہ اعتقاد رکھنا کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے حادث[2] اور مخلوق ہے (۳) ایمان لانا فرشتوں پر (۴) ایمان لانا اس کی سب کتابوں پر (۵) ایمان لانا پیغمبروں پر (۶) ایمان لانا تقدیر پر (۷) ایمان لانا قیامت کے دن پر (۸) جنّت کا یقین کرنا (۹) دوزخ کا یقین کرنا (۱۰) محبّت رکھنا اللہ تعالیٰ سے (۱۱) محبّت کرنا کسی سے اللہ تعالیٰ کے واسطے اور بغض کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے (۱۲) محبّت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۱۳) اخلاص (۱۴) توبہ (۱۵) خوف (۱۶) رجاء[3] (۱۷) حیاء (۱۸) شکر (۱۹) وفا کرنا عہد کا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع (۲۲) رحمت و شفقت مخلوق پر (۲۳) راضی ہونا قضائے الٰہی[4] پر (۲۴) توکّل کرنا (۲۵) ترک کرنا خود پسندی کا (۲۶) ترک کرنا کینہ کا (۲۷) ترک کرنا حسد کا (۲۸) ترک کرنا غصّہ کا (۲۹) ترک کرنا بدخواہی کا (۳۰) ترک کرنا حُبّ دنیا کا۔

ان شعبوں کی مختصر فضیلت اور کچھ کچھ متعلقات چند فصلوں میں بیان کرتے ہیں:-

فصل: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان یہ ہے کہ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کے سب پیغمبروں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر اور اس کے خیر پر بھی اور شر پر بھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

۱- گھاٹی ، شعبہ
۲- ختم ہونے والا۔ ۳- امید ۴- اللہ کا فیصلہ

- عیبوں سے پاک ۲ - خلاصہ ۳ - نتائج ۴ - دعویٰ
۵ - حد سے تجاوز کرنا ۶ - صریح حدیث ۷ - بہتر
۸ - واضح

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: اور یقین لانا جنّت پر اور دوزخ پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور ترمذی کی روایت میں ہے: کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ایمان لائے تقدیر پر اور یہاں تک کہ یقین کرے کہ جو بات آنے والی ہے ہرگز نہیں ٹل سکتی اور جو رہ گئی ہے وہ پہنچ نہیں سکتی۔

ف : اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں یہ سب داخل ہیں۔ اس کی ذات پر ایمان لانا۔ اس کے صفات پر ایمان لانا، اس کو واحد جاننا۔

تنبیہ اوّل : جاننا چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بیچون[۱] و بیچگون ہے اسی طرح ان کی صفات بھی بیچون و بیچگون ہیں سو اللہ تعالیٰ کی صفات میں رائے و قیاس سے کلام کرنا اور ان کی کیفیات و توجیہات معین کرنا نہایت محل خطر ہے۔ اس بات میں اکثر عوام کا عقیدہ بہت سلامتی پر ہے کہ مجملاً[۲] صفات الٰہی کا اعتقاد رکھتے ہیں اس کی تکلیف و تفتیش کی طرف التفات بھی نہیں کرتے اور سلف صالحین صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اعتقاد بھی اس طور تھا۔ پچھلے زمانے میں جب مبتدعین[۵] کی کثرت ہوئی اور علم کلام کا شیوع[۳] ہوا اس وقت صفات میں کلام زیادہ ہو گیا اور اکثر دعاوی[۴] میں بے احتیاطی کی نوبت آگئی مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔

---

[۶] چونکہ اہل بدعت نے تشبیہ و تجسیم میں غلو[۷] کیا۔ اس میں اہل حق کو ضرورت تاویل نصوص صفات کے واقع ہوئی تاکہ تنزیہ محفوظ رہے اس لئے مشہور ہے کہ تاویل متاخرین کا مسلک ہے غرض متقدین کا مسلک احوط[۸] و اسلم ہے اور ضعیف العقیدہ کے لئے متاخرین کا مسلک احکم ہے۔ اللہ

اب اس میں یہ تفتیش کرنا کہ استوا سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا تاویل ہے بے شک نہایت جرأت کی بات ہے۔ اپنی صفات کے حقائق تو پورے طور پر معلوم نہیں۔ تا بخالق چہ رسد۔ بس سیدھی بات یہی ہے کہ مجملاً اعتقاد رکھے کہ جو کچھ ارشاد فرمایا ہے حق ہے جیسی اس کی ذات ہے ویسا ہی استواء ہوگا زیادہ تفتیش کی ضرورت ہی کیا ہے نہ ہم اس کے مکلف ہیں نہ ہم سے اس کا سوال ہوگا۔ البتہ یہ یقینی طور پر اعتقاد رکھے کہ یہ استوا ہمارے استواء کے مثل نہیں ہے۔ بقولہ تعالیٰ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[۱] رہا یہ کہ پھر کیسا ہے اس سے بحث نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردے یا حدیث شریف میں آیا ہے:

ینزل ربنا تبارك وتعالیٰ	نزول فرماتا ہے ہمارا رب ہر شب
کل لیلة الی السماء الدنیا	آسمان دنیا کی طرف

اب اس فکر میں پڑیئے کہ نزول سے کیا مراد ہے اور یہ کس طرح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نزول کے خبر دینے سے جو مقصود ہے کہ لوگ ذوق وشوق وحضورِ قلب سے اس وقت ذکر وعبادت میں مشغول ہوں اس کام میں لگنا چاہیئے ان فضول تحقیقات میں پڑ کر حقیقت کا پتہ قیامت تک بھی لگنے کی امید نہیں، خواہ مخواہ اپنا وقت عزیز ضائع کرنا ہے۔

نیست کس را از حقیقت آگہی[۱]
جملہ می میرند با دستِ تہی

صفحہ گذشتہ [۲] ترجمہ: رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا ۱۲ منہ، صفحہ ہذا۔ [۱] یعنی تفصیلی دعویٰ کرنا جیسے کوئی شخص حقیقت خداوندی پر آگاہ نہیں اس بارہ میں سب خالی ہاتھ ہو کر مرتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۔

رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیچھے پڑتے ہیں اس مضمون کے جس کا مطلب پوشیدہ ہے اس قرآن میں سے فتنہ تلاش کرنے کو اور اس کی تاویل ڈھونڈنے کو.

(آل عمران - ۷)

تنبیہ ثانی: حضرت شارع علیہ السلام سے توحید کے دو معنی ثابت ہوئے ہیں ایک لا معبود الا اللہ دوسرا لا مقصود الا اللہ پہلے معنوں کا ثبوت. تواظہر من الشمس ہے.

قال اللہ تعالیٰ:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ

اے قید خانہ کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق مالک بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے زبردست ہے نہیں پوجتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مگر چند ناموں کو جن کو مقرر کر رکھا ہے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے. نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نہیں ہے حکم مگر اللہ کا حکم کیا ہے اس نے کہ مت

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(یوسف ۳۹، ۴۰)

پوجو جو مگر اس کو یہ دین ہے سیدھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَمَا أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ

(بینہ - ۵) (الآیۃ)

اور نہیں حکم ہوا ان کو مگر اس کا کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین کے اور طرف سے پھرے ہوں

اور تمام قرآن مجید اس سے بھرا پڑا ہے اور یہی توحید ہے جس کے اتلاف اور نقصان سے کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑتا ہے، یہ ہرگز معاف نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۝ (النساء - ۱۱۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو کہ شرک کیا جاوے اس کے ساتھ اور بخش دے گا اس سے کم جس شخص کے لئے چاہے گا۔

دوسرے معنی کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کو شرکِ اصغر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ ریا میں غیر اللہ معبود نہیں ہوتا البتہ مقصود ضرور ہوتا ہے جب غیر اللہ کا مقصود ہونا شرک ٹھہرا تو توحید جو مقابلِ شرک ہے اس کی حقیقت یہ ٹھہرے گی کہ اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہو غیر اللہ بالکل مقصود

۱- قرآن واحادیث سے ثابت ۲- سمندر (جعبوطعلم)

نہ ہو، یہی معنی ہیں لامقصود الا اللہ۔

اب ہم وہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "بڑی خوفناک چیز جس سے تم پر اندیشہ کرتا ہوں، شرکِ اصغر ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ریا" (روایت کیا اس کو احمد نے)

اور بھی بہت سی حدیثیں اس مطلب میں وارد ہیں۔ تفسیر مظہری میں سورۂ کہف کے ختم پر جمع کی گئی ہیں بوجہ اختصار یہاں نہیں لکھی گئیں اس معنی کے نہ ہونے سے اخلاص جاتا رہتا ہے جس پر کسی قدر عقوبت کا استحقاق ہوتا ہے لیکن خلود فی النار نہ ہوگا۔ سزا حقدار ہمیشہ

وحدۃ الوجود تیسرے معنی توحید کے اصطلاح صوفیہ میں ایک اور ہیں لا موجود الا اللہ جس کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔ اس معنی کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنا نرا تکلف ولایعنی ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ اس معنی کی اس طرح تقریر کی جائے کہ قرآن و حدیث سے خلاف نہ پڑے۔ آج کل اسی کی مشکل پڑ رہی ہے چونکہ مسئلہ نازک ہے اور مدار ثبوت اس کا محض ذوق اور کشف ہے اس لئے اولاً تو اس تعبیر کے لئے کافی عبارت ہی ملنا دشوار ہے اور جو کچھ قلیل و کثیر تعبیر ممکن ہے اس کے سمجھنے کے لئے علاوہ ذوق و مناسبتِ کشفی کے علوم عقلیہ و نقلیہ میں تبحر[۱] کی حاجت ہے۔ اس زمانے میں اکثر مدعیان وحدۃ الوجود کی حالت دیکھ کر سخت رنج ہوتا ہے کہ نہ ان کو علم نہ ذوق محض زبانی طامات وسطحیات فرما دینے سے کام نہ بے پروا ہے

---

[۱] کذا فی المظہری ۱۲۔

۳- لالچ (۴) سطح کی جمع

کہ ان ملحدانہ کلمات سے جو بے سمجھے بوجھے زبان سے نکال رہے ہیں، ایمان جاتا رہے گا نہ اس کا کچھ خیال ہے کہ دوسرے عوام ہم کو محقق سمجھ کر مقلدانہ اس کا نہ صرف اعتقاد بلکہ دعویٰ کرنے لگیں گے۔ ان کا ٹوٹا پھوٹا جو ایمان تھا وہ بھی رخصت ہو جائے گا۔ نماز روزہ الگ چھوڑ بیٹھیں گے کہ جب ہم خدا ہو گئے تو پھر نماز اور روزہ کس کا۔ حاشا وکلا۔ وحدۃ الوجود کے ہرگز یہ معنی نہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک حالت ہے جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے نہ اس کو قصداً منہ سے نکالنا چاہیئے نہ دوسرے کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اس حالت کے غلبہ میں یہ کیفیت ہو جاتی ہے

بس کہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ـ ہر چہ پیدا میشود از دور پندارم توئی[1]

سمایا ہے جب سے تو آنکھوں میں میری ـ جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

کبھی یہ حالت دائمی ہوتی ہے، کبھی زائل ہو جاتی ہے۔ انشاء اللہ بشرطِ خیریت کسی موقع پر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کی جائے گی۔ اس مقام پر صرف خیرخواہانہ یہ عرض کر کے بس کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے اپنی جان پر اور اُمّتِ محمدیہ پر رحم فرمائیے اور اس مسئلہ میں غلو سے بچیے بلکہ احتیاط یہ ہے کہ بعد کشف کے بھی اس کو قطعی نہ سمجھے کیونکہ کشف میں خصوصاً کشف الٰہیات میں بعض اوقات لغزش ہو جاتی ہے جو اصل مقصود ہے یعنی عبودیت اس میں لگے رہیے اور زبانی جمع خرچ کو الگ پھینکیے۔ ع کار کن کار بگذر از گفتار

قدم باید اندر طریقت نہ دم[2] ـ کہ اصلے ندارد دمے بے قدم

---

[1] میری زخم خوردہ جان میں اور بیدار آنکھوں میں تو سمایا ہوا ہے حتیٰ کہ جو دور دمجھے محسوس ہوتا ہے وہ بھی تجھ سے جانتا ہوں [2] اللہ کی راہ میں ہمت چاہیئے نہ دعویٰ کیونکہ قدم اٹھائے بغیر مزا دعویٰ بے سود ہے۔

اقسامِ شرک | تقسیمِ شرک کی دو قسمیں ہیں، شرک فی العقیدہ اور شرک فی العمل، شرک فی العقیدہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھا جائے۔ یہی شرک ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ)) (النساء ۸۶)	بیشک اللہ نہ بخشیں گے اس کو کہ ان کے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخش دیں گے اس سے کم جس شخص کے لئے چاہیں گے۔

شرک فی العمل یہ ہے کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہیئے وہ غیر اللہ کے ساتھ کیا جائے۔ اس شرک میں اکثر عوام بالخصوص مستورات کثرت سے مبتلا ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا، کسی کی منت ماننا، کسی چیز کو طبعاً مؤثر سمجھنا، کسی کے رُوبرو سجدۂ تعظیم کرنا، سوا بیت اللہ کسی اور چیز کا طواف کرنا، کسی قبر پر تقریباً کچھ چڑھانا، کسی سے یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم، اسی طرح کے ہزاروں افعال ہیں یہ افعال سخت معصیت ہیں، مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے گھروں میں اس کا پورا انسداد کریں۔ قال اللہ تعالیٰ۔

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا))	اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے۔

فرشتوں پر مرد یا عورت کا حکم لگانا | چونکہ فرشتوں کا مرد یا عورت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیئے ان کے مرد ہونے کا اعتقاد رکھے نہ عورت ہونے کا اس کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالے کرے یہی مطلب ہے اہلِ کلام کی اس عبارت کا،

لا یوصفون بذکورۃ ولا انوثۃ فافہم

رُسل وکتب کا عدد معیّن نہ کرنا چونکہ پیغمبروں کی تعداد کسی دلیل سے ثابت نہیں اس لئے اعتقاد میں کوئی عدد معیّن نہ کرے۔ شاید کمی بیشی ہوجائے اسی طرح کتابوں کی تعداد معین نہ کرے۔

فائدہ: آخرت کے دن پر ایمان لانے میں یہ سب کچھ داخل ہوگیا۔ یقین لانا ثواب و عذاب قبر پر ایمان لانا حشر و نشر[۲] پر یقین لانا پل صراط پر و حوضِ کوثر و میزانِ اعمال اور تمام واقعات قیامت پر ان ابواب میں بیشمار نصوص وارد ہیں۔

تحقیق تقدیر فائدہ متعلقہ تقدیر اس میں ہرگز کلام نہیں ہوسکتا کہ بندہ کو کسی قدر اختیار ضرور حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی بعض ناشائستہ حرکات پر طبعًا و اضطرارًا سخت نادم ہوتا ہے کہ دل کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔ رعشہ والے کو کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ حرکت ارتعاشی پر اس کو ندامت[۱] ہوئی ہو اور معذرت کرتا ہو۔ اس سے یقینًا معلوم ہوا کہ وجود اختیار کا تو بدیہی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی صفت اختیار مخلوق ہے اور ہر مخلوق کا سلسلہ خالق تک پہنچتا ہے تو ضرور اس کا اختیار کسی کے اختیار کے ماتحت ہوگا۔ یہ مرتبہ بے اختیاری کا نکلا۔ پس بندہ نہ پورا مجبور ہے نہ پورا مختار ہے۔ یہی خلاصہ ہے مسئلہ تقدیر کا اور اس قدر سمجھ لینے میں نہ کوئی دقت ہے نہ کوئی اشکال اور اسی قدر سمجھنے کا ہم کو بھی حکم ہے۔ اس سے آگے نہ ہمارے سمجھنے کے لائق تھا نہ ہم کو اس کے سمجھنے کا حکم ہوا بلکہ زیادہ تفتیش کرنے کی ممانعت ہوئی کیونکہ اس کے لئے تبحر علوم عقلیہ و نقلیہ و کشف کی ضرورت ہے بلکہ اس کے ہوتے ہوئے بھی حل

ہونے میں تردّد سا معلوم ہوتا ہے اور عوام کے بعض شبہات کا جواب جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں رسالہ جزاء الاعمال کے خاتمہ میں ذکر کئے گئے ہیں ان کا دیکھ لینا ضروری ہے۔

فصل: شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ایمان کی حلاوت پاتا ہے۔ اللہ اور رسولؐ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں اور جس سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے اور کوئی وجہ نہ ہو۔ ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا کہ اس کے واسطے محبت اور بغض رکھنا ایمان سے ہے۔

اللہ اور رسولؐ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھنے کا واقع ہونا

شاید کسی کو تعجب ہو کہ اللہ و رسولؐ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا کیسے ممکن ہے اور اگر ممکن ہے تو شاید دنیا بھر میں دو چار ہی ایسے ہوں گے تو سارا جہان ایمان سے بے نصیب ہی ٹھہرا۔ اس کا جواب محققین نے مختلف طور پر دیا ہے مگر احقر کے نزدیک تو ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو بفضلہ تعالیٰ یہ دولتؐ حاصل ہے۔ امتحان اس کا یہ ہے کہ یہ جس کے ساتھ سب سے زائد محبت رکھتا ہے مثلاً بیٹا، بیوی، اگر یہ لوگ اس شخص کے روبرو اللہ و رسولؐ کی شان میں کوئی سخت گستاخی کریں تو ہرگز اس شخص کو تاب نہ رہے گی جو کچھ اس کے امکان میں ہوگا انتقام لینے میں کوئی بات اٹھا نہ رکھے گا۔ اگر اللہ و رسولؐ کے ساتھ اس درجہ کی محبت نہیں تھی یہ جوش کہاں سے پیدا ہوا اور اس محبوب کی محبت کیسے مضمحل و مغلوب ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ و

لے خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۱۲

رسولؐ کے ساتھ اس درجہ کی محبت ہر مسلمان کو میسر ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

رہا یہ کہ نافرمانی کیوں ہوجاتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ محبت تہ دل کے اندر بیٹھی ہے۔ اس کا استحضار اور ابھار ہر وقت نہیں ہے۔ کوئی محرک[۱] آپہنچتا ہے تو موئے سر سے ناخن پا تک[۲] اس کا نور پھیل جاتا ہے بعد زوال محرک وہ پھر اندر کو اتر جاتی ہے۔

صرف اللہ کے واسطے محبت کا واقع ہونا اللہ کے واسطے محبت کرنا یہ ہے کہ دنیا کی کوئی غرض نہ ہو اور اہلِ ذوق یوں کہتے ہیں کہ ثواب بھی غرض نہ ہو۔ اس میں بھی تعجب نہ کیجئے۔ روزمرہ کے برتاؤ سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ آپ اپنے استاد یا پیر کے لئے کوئی بہت نفیس چیز تحفہ میں لے جائیے۔ اس وقت نہ آپ کو دنیا مطلوب ہے نہ ثواب کا خیال بلکہ محض ان بزرگوں کا دل خوش کرنا مقصود ہے۔ میرے نزدیک تو حُبّ فی اللہ بایں معنیٰ کچھ عجیب نہیں بلکہ بکثرت واقع ہے۔

تعظیم و اتباعِ نبویؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے میں یہ امور بھی داخل ہوگئے اعتقاد رکھنا آپ کی تعظیم کا۔ آپؐ پر درود شریف پڑھنا، آپؐ کے طریقہ کی پیروی کرنا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے :۔

((یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ))	اے ایمان والو! مت بلند کرو آوازیں اپنی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر۔ (الحجرات - ۲)

اس میں تعلیم تعظیم کی ہے محققین نے فرمایا کہ یہی ادب حضورؐ کے کلام

مقدس یعنی حدیث شریف کا ہے کہ اس کے درس کے وقت پست آواز سے بولنا چاہیئے اور فرمایا:

وَتُوَقِّرُوْهُ — توقیر کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اور فرمایا :۔

" اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا "

(الاحزاب - ۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو صلوٰۃ بھیجو ان پر اور سلام پڑھو سلام پڑھنا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

" مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "

(الحشر ۔ ۷)

جو کچھ تم کو دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی مال اور حکم) پس قبول کرو اس کو اور جس چیز سے روک دیں پس رُک جاؤ تم۔

اس میں آپ کی اتباع کا حکم ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہرگز کامل نہ کرے گا کوئی شخص تم میں سے اپنے ایمان کو یہاں تک کہ اس کی نفسانی خواہش میرے حکم کے تابع ہو جاوے"۔

(روایت کیا اس کو اصفہانی نے ترغیب و ترہیب میں)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لازم پکڑو تم اپنے اوپر میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو

پکڑلو اس کو دانتوں سے اور بچو نئی بات سے کیونکہ ہر نئی بات بدعت[1] ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اخلاص | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ مسلمان کا دل ان کے قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا۔

(۱) عمل کا خالص کرنا (۲) حکام کی اطاعت کرنا (۳) جماعت سے لگا رہنا۔

(روایت کیا اس کو احمد نے)

اور اخلاص میں داخل ہو گیا، ترک کرنا ریا و نفاق کا۔

ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کیا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو جس چیز کا اپنی اُمّت پر بڑا اندیشہ ہے وہ شریک ٹھہرانا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یاد رکھو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ آفتاب کی پرستش کریں گے یا چاند کی یا بُت کی لیکن وہ غیر اللہ کے واسطے کچھ عمل کیا کریں گے اور پوشیدہ خواہش نفسانی کے لئے اور اس آیت میں شرک کی تفسیر ریا کے ساتھ کی گئی ہے (لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا)۔

ف :۔ ریا کا شرک ہونا فصلِ توحید میں کسی قدر بیان ہو چکا ہے وہاں دیکھ لینا چاہیئے اور نفاق کہتے ہیں کفر دل میں رکھ کر اسلام کے ظاہر کرنے کو۔

اقسام نفاق | نفاق کی دو قسمیں ہیں، ایک نفاق اعتقادی، تفسیر مذکور اسی نفاق کی تھی اور اسی نفاق کے بارے میں یہ وعید آئی ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء ۱۴۵)	بیشک منافق لوگ نیچے کے درجہ میں ہوں گے جہنّم کے۔

[1] یعنی جس چیز کا ثبوت دلائلِ شرعیہ سے نہ ہو وہ بدعت ہے۔

دوسری قسم نفاق عمل یعنی اعتقاد تو درست ہے مسلمانوں کا سا مگر بعضے افعال ایسے صادر ہوتے ہیں جیسے منافقین کے ہوتے تھے جیسے حدیث میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہوں وہ تو پورا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک کہ اس خصلت کو نہ چھوڑے گا۔

(۱) جب اس کے پاس کچھ امانت رکھوائی جائے خیانت کرے۔

(۲) جب بات کرے جھوٹ بولے۔

(۳) جب معاہدہ کرے بدعہدی کرے۔

(۴) جب لڑے جھگڑے گالیاں بکنے لگے۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)

اس حدیث میں نفاق سے مراد یہی نفاق عمل ہے جیسے کسی شریف زادہ کو جو دناءت کے افعال اختیار کرے چمار کہہ دیتے ہیں یعنی چماروں کا سا کام کرنے والا۔

ریا کے خیال سے اعمالِ صالحہ کو ترک کرنا ریا کے آفات عظیم ہیں اس سے بچنے کا بہت ہی اہتمام چاہیئے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شیطان کے اغوا اور اعمالِ صالحہ کے ترک کرانے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس عمل کو مت کرو یہ ریا ہو جائے گی۔ اس صورت میں اس کا جواب دینا چاہیئے کہ ریا اس وقت ہو سکتی ہے جب ہمارا قصد یہی ہو کہ مخلوق کو دکھا دیں اور وہ خوش ہوں اور ہم کو اس خیال سے حظ ہو اور جس حالت میں کہ ہم اس کو برا سمجھ رہے ہیں اور دفع کرنا چاہتے ہیں خواہ دفع ہو یا نہ ہو تو یہ ریا کدھر سے ہے۔

جواب دے کر اعمال صالحہ میں مشغول ہو وساوس وخطرات کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ دو چار مرتبہ کسی قدر وسوسہ آئے گا پھر شیطان جھک مار کر خود دفع ہو جائے گا۔

حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ عقیدت مندان مولانا الحاج الحافظ محمد امداد اللہ دامت برکاتہم کا ارشاد ہے کہ:

"ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی اوّل ریا ہوتی ہے پھر ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت اور اخلاص۔"

مقصد یہ ہے کہ جو ریا بلا قصد ہو اس کی پرواہ نہ کرے اور اس کی وجہ سے عمل کو ترک نہ کرے۔

توبہ | فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ یعنی رجوع کرو اللہ کی طرف سب کے سب اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور بہت حدیثیں اس باب میں وارد ہیں۔

طریق توبہ | توبہ کی پوری حقیقت ایک بزرگ نے نہایت مختصر الفاظ میں بیان کی ہے۔ هو تحرق الحشا على الخطا۔ یعنی دل میں سوزش پیدا ہو جانا گناہ پر۔

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد کہ الندمُ توبةٌ اس کا مؤیّد[1] ہے آداب توبہ کے بہت ہیں مگر مختصر یوں سمجھ لیجئے کہ جب کسی بڑے آدمی کا قصور ہو جاتا ہے تو کس طرح اس سے معذرت کرتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، پاؤں پر ٹوپی ڈال دیتے ہیں، خوشامد کے الفاظ کہتے ہیں، رونے کا سا منہ بناتے ہیں طرح طرح کے عنوانات سے معذرت کرتے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ کے روبرو جب معذرت کریں کم از کم ایسی حالت

۱۔ تائید ۔ تقویت

توضرور ہونا چاہیئے ایسی توبہ حسبِ وعدۂ خداوندی ضرور قبول ہوتی ہے۔

خوف | اصفہانی نے ترغیب میں معاذ سے روایت کیا ہے کہ ایمان والے کا دل بے خوف نہیں ہوتا اور اس کے خوف کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔

خوف پیدا کرنے کا طریقہ | طریقہ خوف پیدا کرنے کا یہ ہے کہ ہر وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ میرے تمام اقوال و احوال ظاہری و باطنی پہ ہر وقت مطلع ہیں اور مجھ سے باز پرس کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ہے کہ بندہ کی فضیلت ایمان سے یہ ہے کہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہیں وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان کے باب خوف میں اور طبرانی نے اوسط میں)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

«اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ» یوسف ۸۷ — بے شک نہیں نا امید ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امید رکھنا جزء ایمان ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک گمان رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ عبادت سے ہے۔

(روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنے کا عمدہ طریقہ

یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان اور امید رکھنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اس کی پوری اطاعت کی کوشش کرے یہ طبعی بات ہے کہ جس کی اطاعت

کی جاتی ہے اس سے سب طرح کی امیدیں رہتی ہیں اور نافرمانی سے ضرور دل کو وحشت اور ناامیدی سی ہو جاتی ہے اور توبہ کرنے کے وقت امید رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی وسعتِ رحمت پر نظر کر کے یقین کرے کہ میرا عذر ضرور قبول ہو جائے گا۔ مقصود شارع علیہ السلام کا امر رجاء سے بھی دو امر معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اصلاح عمل دوسرے توبہ۔

آج کل اکثر لوگ گناہ میں انہماک اور توبہ میں تاخیر کرنے کے وقت بہانہ حسن ظن وامید نیک کا لایا کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے مقصود شارع علیہ السلام بالکل منعکس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرما دیں بلکہ رحمتِ الٰہیہ کی وسعت دریافت کر کے تو زیادہ شرمانا چاہیئے کہ اللہ اکبر ؎

تصدق اپنے خدا کے جاؤں
یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم
ادھر سے وہ دم بدم عنایت

جب یہ شرم غالب ہو گی ہرگز نافرمانی نہیں ہو سکتی۔

حیا:- فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا ایک شاخ ہے ایمان کی۔
(روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے)

خدا سے شرمانے کا طریقہ: حیا عجب چیز ہے۔ اگر مخلوق سے حیا ہو گی ایسی حرکت کوئی نہ ہو گی جس کو مخلوق پسند نہ کرتی ہو اور اگر خالق سے حیا ہو گی تو ان افعال سے بچے گا جو خالق کے نزدیک ناپسند ہیں۔ مخلوق سے تو حیاء کرنا ایک

طبعی امر ہے ۔ البتہ خالق سے حیاء کرنے کا طریقہ معلوم کرنا ضروری ہے سو طریقہ اس کا یہ ہے کہ کوئی وقت تنہائی کا مقرر کرکے بیٹھ کر اپنی نافرمانیاں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کیا کرے ۔ چند روز میں کیفیت حیاء کی قلب میں خود بخود پیدا ہو جائے گی ، اور ایک شعبۂ عظیم ہاتھ آجائے گا ۔

شکر | شکر کی دو قسمیں ہیں ۔ شکر کرنا خالق کا جو منعم حقیقی ہے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (البقرۃ - ۱۵۲) — تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو ۔

دوسری قسم شکر کرنا مخلوق کا جو واسطۂ نعمت ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔

من لم یشکر النّاس لم یشکر اللہ ۔ — جس نے آدمیوں کی ناشکری کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا ۔

اور ابو داؤد نے حدیث روایت کی ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز ملی اگر اس کو میسر ہو تب تو اس کے عوض دے اور اگر اس کو میسر نہ ہو تو دینے والے کی ثناء اور صفت ہی کر دے ۔ پس جس نے ثناء و صفت کر دی اس نے شکر ادا کیا اور جس نے اس کو پوشیدہ رکھا اس نے ناشکری کی ۔

شکر کی حقیقت نعمت کی قدردانی کرنا | شکر کی حقیقت نعمت کی قدردانی کرنا جب نعمت کی قدر ہو گی تو منعم کی بھی ضرور قدر ہو گی اور جس کے ذریعہ سے وہ نعمت پہنچی ہے اس کی بھی قدر ہو گی ۔ اسی طرح سے خالق اور مخلوق دونوں کا شکر ادا ہو جائے گا ۔

اب سمجھو کہ دل میں جس کی قدر ہوتی ہے اس کی تعظیم و محبت بھی کرتا ہے اس کی بات ماننے کو بھی بالاضطرار دل چاہتا ہے سو کمال شکر خالق کا یہی ہوگا کہ دل میں ان کی تعظیم ہو اور زبان پر ثنا و صفت جوارح سے احکام کی حتی الامکان پوری تعمیل یہی راز ہے مفہوم شکر کے عام ہونے میں کہ قلب و لسان اور جوارح تینوں اس کے محل ورود ہیں۔

دوسری بات ضروری سمجھنے کے قابل یہ ہے کہ جب واسطۂ نعمت کی شکر گزاری بھی ضروری ٹھہری یہاں سے استاد و پیر وغیرہما کا حق بھی نکل آیا کہ یہ لوگ نعمتِ حقیقی علم دین و عرفان و یقین کے واسطے ہیں سو جتنی بڑی نعمت ہوگی اتنا ہی واسطۂ نعمت کا بھی حق ہوگا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ استاد و پیر کا حق کتنا بڑا ہے۔ افسوس اس زمانے میں یہ دونوں علاقے ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ کوئی ان کی وقعت ہی نہیں رہی۔

اب ہم بہت اختصار کے ساتھ دونوں کے حقوق جُدا جُدا لکھ دیتے ہیں آگے توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔

حقوقِ استاد

(۱) اس کے پاس مسواک کر کے صاف کپڑے پہن کر جائے۔

(۲) ادب کے ساتھ پیش آئے۔

(۳) نگاہِ حرمت و تعظیم سے اس پر نظر کرے۔

(۴) جو بتلاوے اس کو خوب توجہ سے سنے۔

(۵) اس کو خوب یاد رکھے۔

(۶) جو بات سمجھ میں نہ آئے اپنا قصور سمجھے۔
(۷) اس کے روبرو کسی اور کا قول مخالف ذکر نہ کرے۔
(۸) اگر کوئی استاد کو بُرا کہے حتی الوسع اس کا دفعیہ کرے ورنہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہو۔
(۹) جب حلقہ کے قریب پہنچے سب حاضرین کو سلام کرے پھر استاد کو بالخصوص سلام کرے لیکن اگر وہ تقریر وغیرہ میں مشغول ہو تو اس وقت سلام نہ کرے۔
(۱۰) استاد کے روبرو نہ ہنسے نہ بہت باتیں کرے۔ ادھر ادھر نہ دیکھے نہ کسی اور کی طرف متوجہ رہے۔
(۱۱) استاد کی بدخلقی کا سہار کرے۔
(۱۲) اس کی تندخوئی سے اس کے پاس جانا نہ چھوڑے نہ اس کے کمال سے بداعتقاد ہو بلکہ اس کے اقوال اور افعال کی تاویل کرے۔
(۱۳) جب استاد کام میں لگا ہو یا ملول ومغموم ہو یا بھوکا پیاسا ہو یا اونگھ رہا ہو یا اور کوئی عذر ہو جس سے تعلیم شاق ہو یا حضورِ قلب سے نہ ہو ایسے وقت نہ پڑھے۔
(۱۴) حالتِ بعد وغیبت میں بھی اس کے حقوق کا خیال رکھے۔
(۱۵) گاہ گاہ تحفہ تحائف، خط وکتابت سے اس کا دل خوش کرتا رہے اور بہت سے ہیں مگر ذہین آدمی کے لئے اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ وہ اسی سے باقی حقوق کو بھی سمجھ سکتا ہے۔

حقوقِ پیر | جس قدر حقوق استاد کے لکھے گئے ہیں یہ سب پیر کے بھی

حقوق ہیں اور کچھ زائد حقوق ہیں وہ لکھے گئے ہیں۔

(۱) یہ اعتقاد کرلے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرلے گا تو مرشد کے فیض و برکات سے محروم رہے گا۔

(۲) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

(۳) مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجا لائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتدار نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کو کرنا زہر قاتل ہے۔

(۴) جو ورد و وظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(۵) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ بغیر اسکی اجازت کے نہ پڑھے۔

(۶) حتی الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

(۷) اس کے مصلّٰی پر پیر نہ رکھے۔

(۸) اس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔

(۹) مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لا دے۔

(۱۰) اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیئے اور نہ وضو کرے ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

(۱۱) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔
(۱۲) جس جگہ مرشد بیٹھا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔
(۱۳) اور اس کی طرف تھوکے بھی نہیں۔
(۱۴) جو کچھ مرشد کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے یا کہتا ہے۔ الہام سے کرتا اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔
(۱۵) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔
(۱۶) اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا۔
(۱۷) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آوے تو اسے بھی عرض کر دے۔
(۱۸) بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔
(۱۹) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور بآواز بلند اس سے بات نہ کرے اور بقدرِ ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔
(۲۰) اور مرشد کے کلام کو ردّ نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔
(۲۱) جو کچھ اس کا حال ہو بھلا ہو یا بُرا اسی مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد

طبیب قلبی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

(۲۲) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو۔ اگر کچھ پڑھنا ضروری ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(۲۳) جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے۔ اگرچہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

(کذا فی ارشاد رحمانی) قال العارف الرومیؒ

چوں گزیدی پیر من تسلیم شو	ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو[1]
صبر کن در کار خضر اے بے نفاق	تانگوید خضر رو ہذا فراق

قال العطارؒ

گر ہوائے ایں سفر داری دلا	دامن رہبر بگیر و پس بیا
در ارادت باش صادق اے فرید	تابیابی گنج عرفاں را کلید
دامن رہبر بگیر اے راہ جو	ہر چہ داری کن نثار راہ او
گر روی صد سال در راہ طلب	رہبرے نبود چہ حاصل زاں تعب
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق	عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق
پیر خود را حاکم مطلق شناس	تا براہ فقر گردی حق شناس

---

[1] جب تو نے کسی بزرگ کو چن لیا تو اس کے سپرد ہو جا۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح خضر علیہ السلام کے ماتحت ہو جا۔ اے نفاق سے دور رہنے والے خضر علیہ السلام کے کام پر صبر کر تاکہ خضر یہ نہ کہے چلو جدائی ہے۔

ہر چہ فرماید مطیع امر باش | طوطیائے دیدہ کن از خاک باش
آنچہ می گوید سخن تو گوش باش | تا نگوید او بگو خاموش باش

تنبیہ: مگر یہ سب آداب مذکورہ شیخ کامل کے ہیں اس کے چند علامات بتلائے جاتے ہیں جس سے طالب دھوکہ سے بچا رہے۔

(۱) خواص یعنی علماء و فقراء کے نزدیک اس کی قبولیت زیادہ ہو بہ نسبت عوام کے۔

(۲) اس کی صحبت میں یہ اثر ہو کہ توجہ الی اللہ میں زیادتی اور خیالاتِ دنیوی میں کمی معلوم ہوتی ہے۔

(۳) اس کا کلام بزرگانِ پیشین کے کلام کے مشابہ ہو۔

(۴) کسی کامل کی جانب سے اجازت یافتہ ہو۔

(۵) متقی ہو یعنی دلائل شرعیہ صحیحہ صریحہ کے خلاف کسی فعل پر اصرار نہ ہو اور احیاناً لغزش ہو جانا منافی کمال نہیں اور اگر بظاہر کوئی قول یا فعل مخالف شرع سرزد ہوتا ہو اس کی توجیہہ و تاویل موافق قواعد شرعیہ کے ممکن ہو۔

اگر ان اوصاف کا جامع کوئی شخص مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھے اور دل سے اس کا غلام بن جائے ورنہ اس سے علیحدگی اختیار کرے خصوصاً قرآن و حدیث کے خلاف کرنیوالے سے ہرگز مجالست و مخالطت نہ کرے کہ صحبت اس کی برہم کنِ دین و ایمان ہے۔

قال العارف الرومیؒ :

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست[1] | پس بہر دستے نباید داد دست
کار شیطاں می کند نامش ولی | گر ولی این ست لعنت بر ولی

قال العارف الشیرازیؒ

نخست موعظت پیر ایں طریق ایں است[2] | کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنند

ف: اسی طرح شکر میں داخل ہے تمام اہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنا، باپ، ماں، اولاد، چچا، ماموں، میاں، بی بی، پڑوسی، عام مسلمان، عام بنی آدم، بہائم۔ اس مضمون پر کتاب حقیقۃ الاسلام تصنیف قاضی ثناء اللہ صاحب کافی وافی ہے۔

وفا فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔ | اے ایمان والو! پورا کرو عہدوں کو۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ۔ | پورا کرو اللہ کا عہد جب تم عہد کرو۔

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔ | پورا کرو عہد کو بے شک عہد پوچھا جائے گا۔

یعنی قیامت میں سوال ہوگا کہ پورا کیا جائے یا نہیں اور اوپر حدیث میں گزر چکا ہے کہ عہد پورا نہ کرنا علامت نفاق کی ہے۔

---

[1] بہت سے شیطانوں کا چہرہ آدمی جیسا ہے پس ہاتھ ہر ہاتھ میں نہ دینا چاہیے شیطان جیسا کام کرتا ہے اور اس کا نام ولی ہے اگر یہ ولی ہے تو ایسے ولی پر لعنت ہے۔ [2] پہلی نصیحت اس راہ کے بزرگ کی یہ ہے کہ ناجنس شخص سے دور رہو۔

تاسّف | افسوس ہمارے زمانے میں عہد پورا کرنے کا بہت ہی کم لوگوں کو خیال ہے وعدہ کرکے دوسرے کو امید دلا کر آخر میں نا امید کر دیتے ہیں اس کا بہت خیال چاہیے خوب سوچ سمجھ کر وعدہ کرنا چاہیے پھر جس طرح ممکن ہو ایفاء کرنا چاہیے البتہ خلافِ شرع ہو تو پورا کرنا درست نہیں۔

صبر | حدیث میں ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے ابن مسعودؓ سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔

تواضع | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے تواضع کی اللہ کے واسطے بلند مرتبہ فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے پس وہ شخص اپنے دل میں چھوٹا ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہے اور جو شخص تکبّر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بے قدر کر دیتے ہیں پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں چھوٹا ہے اور اپنے دل میں بڑا۔ یہاں تک کہ وہ شخص لوگوں کے نزدیک کتّے سور سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوگا دوزخ میں کوئی ایسا شخص جس میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔ اور نہیں داخل ہوگا جنّت میں کوئی ایسا شخص دل کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبّر ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا۔ (یعنی کیا یہ سب کچھ تکبّر ہے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود جمیل ہیں جمال کو پسند

کرتے ہیں تکبر تو یہ ہے کہ حق کا رد کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ (یعنی خوش طبعی تکبر نہیں ہے) روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف: اور تواضع میں اپنے سے بڑے کی توقیر کرنا بھی داخل ہے۔ احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں داخل نہیں جو شخص ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے۔

رحمت و شفقت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے۔ نہیں دور کی جاتی مہربانی کی صفت کسی کے دل سے مگر شقی سے روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتے ہیں تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ہمدردی اور محبت اور عطوفت میں اس طرح پاؤ جیسے بدن میں عضو، اگر دکھتا ہے تو تمام بدن بدخوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

رضا بالقضاء فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی سعادت میں سے ہے خیر مانگنا اللہ تعالیٰ سے اور راضی ہونا اس پر جو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا۔ اور آدمی کی شقاوت میں سے ہے ترک کرنا خیر مانگنے کو اور ناخوش ہونا اللہ کے حکم پر۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

ف : رضا بالقضاء کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ دل میں بھی رنج نہ آنے پائے رنج تو امر طبعی ہے۔ یہ کس طرح اختیار میں ہو سکتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل اس کو پسند کرے جیسے دنبل والا خوشی سے جراح کو نشتر مارنے کی اجازت دیتا ہے مگر دکھ ضرور ہوتا ہے ہاں بوجہ غلبہ حال کے بعض اوقات الم محسوس نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات سرور و فرح ہوتا ہے۔ یہ حالت اکثر متوسطین اہلِ سلوک کو پیش آتی ہے اور اہلِ کمال و تمکین کو رنج و غم سب کچھ ہوتا ہے۔ پھر بھی نہ کوئی کلمۂ شکایت کا مُنہ سے نکالتے ہیں نہ کوئی فعل خلافِ مرضی حاکمِ حقیقی کے کرتے ہیں یہ زیادہ کمال کی بات ہے باوجود رنج کے اپنے کو ضبط کرتے ہیں اور جب رنج ہی نہ ہو ضبط کرنا کیا مشکل ہے اور صبر کا تو بدون رنج کے وجود ہی محال ہے۔ حضرت یعقوب علیٰ نبیّنا وعلیہم السلام کے مقام صبر و رضا میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں جو کچھ ان کا حال ہو گیا تھا سب جانتے ہیں جب ان کے بیٹوں نے سمجھایا تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (یوسف - ۸۶)	میں تو صرف اپنی پریشانی اور رنج کا اللہ ہی سے گلہ کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں کہ تم نہیں جانتے۔

ہمارے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ نے جب وفات پائی تو حضورؐ رونے لگے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے تعجباً عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن عوف! یہ تو رحمت ہے

پھر آپ دوبارہ روئے اور فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا مالک راضی ہو اور بے شک ہم تمہاری جدائی میں اے ابراہیم مغموم ہیں. (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے.)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صبر تو جب ہی ہے جب تازہ صدمہ پڑے. (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے.)

ان حدیثوں کے سننے کے بعد ہمارا دعوی مذکور میں اب کچھ شک باقی نہ رہا ہوگا.

توکّل

فرمایا اللہ تعالیٰ نے.

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. — اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیئے کہ توکل کریں ایمان والے.

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہوں گے بہشت میں میری اُمّت سے ستّر ہزار آدمی بدون حساب کے. یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں. (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے.)

مراد یہ ہے کہ جو جھاڑ پھونک ممنوعؔ ہے وہ نہیں کرتے اور بعض نے کہا ہے افضل یہی ہے کہ جھاڑ پھونک بالکل نہ کرے اور بدشگونی یہ کہ مثلاً چھینکنے کو یا کسی جانور کے سامنے نکل جانے کو منحوس سمجھ کر وسوسہ میں مبتلا ہو جاویں. مؤثر حقیقی اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہیں. اس قدر وسوسہ نہ کرنا چاہیئے. البتہ نیک فال لینا اگرچہ وہاں بھی حقیقتاً کوئی تاثیر نہیں مگر چونکہ اس میں رحمتِ خداوندی سے امید ہو جاتی ہے

لہ بالخصوص جھوٹا فال گنڈا یا ٹوٹکہ جادو مسمریزم ۱۲.

مستحسن ہے بخلاف بدفالی کے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی ہوتی ہے۔

حقیقت توکّل ورفع غلطی آج کل توکّل کے معنیٰ یہ مشہور ہیں کہ تمام اسباب چھوڑ کر بیٹھ جائے یہ معنی بالکل غلط ہیں تمام قرآن و حدیث اثبات تدبیر و اسباب سے پُر ہے بلکہ توکّل بایں معنیٰ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا اچھا اگر بلا تدبیر کچھ کھانے پینے کو مل بھی گیا تو کیا کھانے میں لقمہ بھی منہ میں نہ رکھو گے اس کو چباؤ گے بھی نہیں۔ اس کو نگلو گے بھی نہیں پھر یہ سب بھی تو اسباب و تدابیر ہیں غذا پہنچنے کے پھر توکّل کہاں رہا۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ آج تک کوئی نبی ولی متوکّل ہوا ہی نہیں پھر اس کا کون قائل ہوسکتا ہے بلکہ توکّل کی حقیقت وہ ہے جو توکیل کی ہے یعنی مقدمہ میں کسی کو وکیل بناتے ہیں تو کیا صاحب مقدمہ پیروی چھوڑ دیتا ہے مگر باوجود اس کے مقدمہ کی کامیابی کا نتیجہ وکیل کی لیاقت وحُسنِ تقریر و سعی کا سمجھتا ہے اس کو اپنے اپنے تدابیر کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ بالکل یہی حال توکّل کا سمجھنا چاہیئے کہ اسباب و تدابیر بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں سب کچھ کرے مگر ان کو مؤثر نہ سمجھے یہ اعتقاد رکھے کہ کام جب بنے گا اللہ تعالےٰ کے حکم وفضل سے بنے گا اور واقع میں اگر دیکھا جائے تو تدبیر کا مؤثر ہونا محض خدا ہی کے فضل سے ہے بندہ کو اس میں ذرہ برابر بھی تو دخل نہیں مثلاً زمین میں بیج ڈال دیا یہ تو اس کی تدبیر تھی اب وقت پر بارش ہونا، اس کا زمین سے ابھرنا، پکنا، آفاتِ سماوی سے محفوظ رہنا یہ اس کے اختیار میں کب ہے اس لئے واجب ہے کہ کامیابی کو ثمرہ فضلِ خداوندی کا سمجھے، بس یہ توکّل ہوگیا۔

اس سے معلوم ہوا ہوگا اکثر مسلمان اس نعمتِ توکل سے مشرف ہیں البتہ بعض بعض کو کسی قدر خیالات کے اصلاح کی ضرورت ہے اور جو کچھ مقدمہ رزق وغیرہ میں

طبیعت کو تشویش پیش آتی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ لوگوں کو صفتِ توکّل حاصل نہیں یا وعدہ الٰہیہ پر اعتماد نہیں بلکہ وجہ اس تشویش کی صرف یہ ہے کہ کامیابی کے طریق و اوقات معیّن نہیں۔ ابہام کو تردد لازم ہے اور بعض متوکلین کو بلا اسباب کچھ مل گیا ہے وہ کرامت کے قبیل سے ہے جو توکّل کے آثار غیر لازمہ سے ہے۔ حقیقت توکّل میں داخل نہیں خوب سمجھ لو۔

ترک کرنا عُجب کا طبرانی نے حدیث نقل کی ہے کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ ایک حرص جس کی اطاعت کرنے لگے اور خواہش نفسانی جس کی پیروی کی جاوے اور خود بینی اور خود پسندی اور یہ بھی خود پسندی میں داخل ہے کہ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرے اپنی بزرگی و کمالات بیان کرے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ (الآیۃ)

فرق درمیان ریا و تکبّر و عُجب اور تکبّر کی برائی فصل تواضع میں بیان کی گئی ہے جاننا چاہیئے کہ یہ تین چیزیں ہیں تکبّر، عجب، ریا، سرسری نظر سے ان میں فرق معلوم نہیں ہوتا مگر یہ سب جدا جدا ہیں۔ خلاصہ فرق کا یہ ہے کہ ریا تو ہمیشہ عبادت و امور دینی ہی میں متحقق ہوتی ہے۔ بخلاف عجب و تکبّر کے کہ امور دینیہ و دنیویہ دونوں میں ہوتا ہے پھر تکبّر میں تو آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے بخلاف عُجب کے کہ وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔

رفع اشکال متعلق عُجب اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو کوئی صفتِ کمال عطا فرمادے تو اس کو صفت کمال نہ جاننا تو ایک قسم کی ناشکری ہے اور صفت کمال جاننا موجبِ عجب ہے تو اب کیا کرے۔

حل اشکال کا یہ ہے کہ اس صورت کو صفت کمال ضرور سمجھے مگر اپنے کو اس کا

مستحق اور موصوف حقیقی نہ جانے اور اس پر افتخار نہ کرے بلکہ محض صفت کو نعمت غیبی اور عطیہ خداوندی اور یہ تو کمالِ الٰہی سمجھ کر شکر بجالائے اور سمجھے کہ یہ میرے پاس بطور امانت کے ہے اور جب چاہیں مجھ سے سلب کرلیں یہ عطیہ میرے پاس اس طرح ہے جیسے کوئی کریم منعم بادشاہ ادنیٰ چمار کے پاس ایک گوہر بے بہا امانت رکھ دے اور جب چاہے لے لے اور خواہ اپنے کرم سے عمر بھر بھی نہ لے بلکہ اسی کو انتفاع کی اجازت بخش کر اس کے ہم چشموں میں سرفراز کرتا ہے اس پر بھی وہ اتراتا نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ کچھ لرزاں ترساں رہتا ہے کہ کہیں اس دُرِ بے بہا کی بے قدری نہ ہو جائے۔ کہیں ضائع نہ ہو جائے کہیں بے آب نہ ہو جائے جو شخص اپنے کمالات کو اس طرح سمجھے گا کہ وہ شاکرین میں ہے نہ خود پسندوں میں۔

ترک کرنا چغل خوری اور کینہ کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چغلخوری اور کینہ دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔ مسلمان کے قلب میں دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے۔)

ترک کرنا حسد کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسد کھالیتا ہے نیکیوں کو جس طرح کھالیتی ہے آگ لکڑیوں کو۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔)

ترک کرنا غصے کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ یعنی ایسے لوگ جو روکنے والے ہیں غصہ کو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے آپؐ نے فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ اس نے کئی مرتبہ یہی بات کہی آپؐ ہر بار یہی فرماتے رہے کہ غصہ مت کیا کرو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے۔)

اور غصہ روکنا گو اس وقت شاق معلوم ہوتا ہے مگر ہمیشہ کا انجام نیک ہوتا ہے کہ دشمن بھی دوست بن جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ (الآیۃ)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو کشتی میں گرادے بلکہ بڑا پہلوان وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔ (روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔)

گویا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی حدیث کا ترجمہ فرمایا ہے ؎

نہ مرد است آں بہ نزدیک خردمند[1] — کہ با پیلِ دماں پیکار جوید
بلے مرد آنکس است از روئے تحقیق — کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جو شخص روکے اپنے غصہ کو روک لیں گے اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب قیامت کے دن۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے، مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اسی قسم کا مضمون ارشاد فرمایا ہے ؎

گفت عیسیٰ را یکے[2] ہشیار سر — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

---

[1] عقلمندوں کے ہاں وہ شخص مرد نہیں کہ غصے والے ہاتھی سے مقابلہ کرے لیکن حقیقت میں مرد وہ ہے کہ غصہ کے وقت بُری بات نہ کہے [2] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دفعہ ایک ذہین نے کہا کہ دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دِہ چیز کیا ہے

گفت[1] اے جاں صعب تر خشم خدا | کہ ازو دوزخ ہمی لرزد چو ما
گفت از خشم خدا چہ بود امان | گفت ترک خشم خویش اندر زماں

غصّہ کا علاج | غصّہ منجملہ مہلکات عظیمہ ہے بلکہ نظر تحقیق میں کینہ وحسد بھی اسی غصّہ کے آثار میں سے ہیں کیونکہ جب کسی پر پُورے طور سے غصّہ چلتا نہیں تو اندر ہی اندر گھٹ کر کینہ وحسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج اوّل ہی سے کرنا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں اس کا علاج اس طرح آیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصّہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان پیدا ہوا ہے آگ سے اور آگ بجھ جاتی ہے پانی سے۔ سو جب تم میں سے کسی کو غصّہ آیا کرے تو وہ وضو کر لیا کرے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔)

اور دوسرا اور علاج آیا ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کسی کو غصّہ آیا کرے اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے اگر غصّہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔)

اور اشارات حدیث سے سمجھ کر بعض معالجات بزرگوں نے بھی فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یقین کرے کہ جس بات پر مجھ کو کچھ غصّہ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ سو غصّہ کسی پر کیا جائے۔ دوسرے یہ یاد کرے کہ جیسے میں کسی پر غصّہ کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی تو مجھ پر بڑی قدرت ہے اگر وہ بھی مجھ پر اسی طرح غصّہ کرے تو میں کس کی پناہ میں جاؤں گا۔

تیسرے یہ کہ وہاں سے ٹل جاوے۔ ہرگز توقف نہ کرے اور اگر

---

[1] انہوں نے فرمایا اے پیارے سب سے زیادہ تکلیف دہ حق تعالیٰ کا غصّہ ہے جس سے دوزخ بھی ہماری طرح کانپنے لگتی ہے۔ کہنے لگا خدا کے غصّہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے۔ فرمایا صورت یہ ہے کہ غصّہ سے باز رہو۔

غصہ کے ضبط سے حقد و حسد پیدا ہو گیا ہو تو اس کا علاج یہ ہے بہ تکلف اس شخص سے ملاقات کر کے اس کے ساتھ طرح طرح کی خدمت و احسان سے پیش آوے یہاں تک کہ اس شخص کے ساتھ محبّت ہو جاوے اور اس کا احسان ماننے لگے۔ طبعی بات ہے کہ اپنے احسان ماننے والے اور اپنے ساتھ محبّت کرنے سے حقد و حسد باقی نہیں رہا کرتا۔

ترک کرنا بدخواہی کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے بدخواہی کی وہ مجھ سے علیحدہ رہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین خیر خواہی و خلوص کا نام ہے۔

اگر بدخواہی میں بدگمانی بھی آگئی وہ بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔	اے ایمان والو! بچا کرو بہت سے گمان سے بے شک بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان سے اپنے کو بچاؤ پس بے شک گمان کرنا سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

بدگمانی کی برائی اور چغلخوری کے ساتھ برتاؤ آج کل منجملہ اسباب نااتفاقی و پریشانی کے ایک سبب قوی بدگمانی ہے کہ قرائن ضعیفہ محتملہ یا اخبار کاذبہ کی بنیاد پر دوسرے مسلمان بھائی پر بدگمانی کر بیٹھتے ہیں، اس کے بعد معمول قرائن کی تائید و تقویت کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ وہ بدگمانی درجۂ یقین تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سے یہ آفتیں پیدا ہوتی ہے۔

حقیر سمجھنا دوسرے کو، اس سے بغض و عداوت کرنا، اس کے افعالِ حسنہ کو محمول کرنا کسی نفسانی غرض پر، اس کی غیبت کرنا، اس کے نقصان و ذلّت پر خوش ہونا اور طرح طرح کی خرابیاں اس پر مرتب ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ قوی قرائن کے ہوتے بھی حتی الامکان بدگمانی نہ کرے بلکہ کچھ تاویل کرکے اس کو اپنے دل سے رفع کرے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو بچشمِ خود چوری کرتے ہوئے دیکھ کر ٹوکا۔ اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میرے خدا کا نام سچّا ہے میری آنکھ جھوٹی ہے۔"

البتہ اگر دفع کرنے پر بھی دل سے رفع نہ ہو تو اس پر مواخذہ نہیں، مگر اس کا ذکر کرنا اس کے مقتضا کے موافق برتاؤ کرنا یہ ضرور گناہ ہے۔ خصوصًا چغلخوری کی وجہ سے بدگمان ہو جانا، سیدھا علاج چغلخور کا یہ ہے کہ اوّل تو منع کر دے کہ ہم سے کسی کی بات مت کہا کرو اور جو وہ نہ مانے تو چغلخوری کے ساتھ چغل خور کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص سے مواجہہ کرا دے جس شخص کی چغلی کھائی ہے۔ غالبًا یا تو یہ چغل خور جھوٹا نکلے گا اور پھر کبھی چغلی نہ کھائے گا اور اگر سچا نکلا تو وہ شخص شرمندہ ہو کر معذرت کرے گا اور اس طریق سے باہم صلح و صفائی ہو جائے گی اور جن دو شخصوں میں درمنہ صفائی کی باتیں ہو جاتی ہیں پھر چغلی کھانے کی ہمت ذرا کسی کو کم ہوتی ہے۔

ترکِ دُنیا حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک بکری کے مرے ہوئے بچہ پر ہوا جس کے کان کٹے ہوئے تھے۔ آپؐ نے

فرمایا کہ تم میں کسی کو یہ بات پسند ہے کہ یہ بچہ اس کو ایک درہم میں مل جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم تو اس کو کسی ادنیٰ چیز کے عوض بھی پسند نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے قدر ہے جیسا یہ تمہارے نزدیک۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

اور عمرو بن عوف سے بھی روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی میں تم پر فقر و فاقہ سے اندیشہ نہیں کرتا لیکن یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی جیسا کہ پہلے لوگوں پر ہوئی تھی پھر تم اس کی رغبت کرنے لگو جیسے ان پہلوں نے رغبت کی تھی اور وہ دنیا تم کو برباد کر دے جیسا ان لوگوں کو اس نے برباد کر دیا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

اور عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک فلاح پائی اس شخص نے جو مسلمان ہوا اور گزارے کا اس کو رزق دیا گیا اور جو کچھ اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا اس پر قناعت بھی کی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرزندِ آدم میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا بھر دوں گا تیرے سینہ کو غنا سے اور بند کر دوں گا تیری محتاجی کو اور اگر تو ایسا نہ کرے گا بھر دوں گا تیرے ہاتھ کو شغل سے اور نہ بند کروں گا تیری محتاجی کو۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ابنِ ماجہ نے۔)

اور سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔)

ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے دوست رکھا دنیا کو، گزند پہنچایا اس نے اپنی آخرت کو اور جس شخص نے دوست رکھا آخرت کو ضرر پہنچایا اپنی دنیا کو پس فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو ترجیح دو۔ (روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔)

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں وہ بھی اتنا تباہ نہ کریں گے جس قدر آدمی کے دین کو مال اور جاہ کی حرص تباہ کر ڈالتی ہے (ترمذی، دارمی)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو کر اٹھے تو آپؐ کے بدن مبارک پر اس کا نشان بن گیا تھا ابنِ مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اگر آپ ہم کو اجازت دیں تو کچھ فرش بچھا دیا کریں، اور بھی اہتمام کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا علاقہ۔ میری اور دنیا کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کھڑا ہو گیا پھر اس کو چھوڑ کر آگے چل دیا۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔)

ابی امامہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پروردگار نے مجھ پر یہ بات پیش کی کہ مکہ معظمہ کی زمین کو سونے کی بنا دوں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں اے پروردگار بس ایک روز پیٹ بھر لیا کروں۔ ایک روز بھوکا پڑا رہوں۔ جب بھوکا ہوؤں تو آپ سے تضرع کروں اور آپ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھرے تو آپ کی تعریف کروں اور شکر کروں (روایت کیا اس کو احمد نے۔)

اوران کے علاوہ اس کثرت سے دنیا کی مذمت اور حرص وحُبِّ مال وجاہ کی برائی میں اور زہد وقناعت وطلبِ آخرت وگمنامی کی فضیلت میں احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں جن کا احاطہ محال ہے۔

اصلاح خیالات ترقی خواہانِ دنیا وتحقیق ترقی محمود وترقی مذموم

ہمارے زمانے میں ترقی کا بڑا شور وغل ہے جب اس کی حقیقت کی تفتیش کی گئی یہی طول امل وحرص مال وجاہ اس ترقی کا حاصل نکلا۔ سو ایمان والا تو اس میں ہرگز شک نہیں کرسکتا کہ اس ترقی کی ترغیب دینا حقیقت میں اپنے حکیم و شفیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ومقدس تعلیم کا پورا معارضہ ہے اگرچہ اپنی کارروائی کی غرض سے اس ترقی کی ایسی ملمع تقریر کرتے ہیں جس سے بھولے آدمی دھوکہ کھا سکتے ہیں وہ یہ کہ اصل مقصود ہمارا اسلامی ترقی ہے مگر زمانہ کی رفتار کا مقتضا ہو گیا ہے کہ بدون ظاہری شان وشوکت کے اسلام کی وقعت و عظمت لوگوں کی نظر میں بالخصوص غیر قوموں کی نگاہ میں نہیں ہوسکتی اس لئے دنیوی ترقی بھی ضروری ٹھہری۔

صاحبو! یہ تقریر نری رنگ آمیزی ہے اول تو یہی بات غلط ہے کہ بدون دنیوی ٹیپ ٹاپ کے اسلام کی وقعت کسی کی نظر میں نہیں ہوسکتی۔ اسلام کا وہ خداداد حسن وجمال ہے کہ سادگی میں بھی وہ دلفریب ہے بلکہ سادگی میں اس کا زیادہ روپ کھلتا ہے اور زیب وزینت سے تو چھپ جاتا ہے۔ صحابہ کے زمانہ سے اس وقت تک سیر وتواریخ سے تحقیق کر لیجئے کہ جس کسی شخص میں کامل اسلام ہوا تمام موافق ومخالف اس کی ہیبت وعظمت کو مان گئے اور ہماری جو

وقعت بدون نمائش وتصنع کے نہیں ہے سبب اس کا یہی ہے کہ ہمارا اسلام قوی و کامل نہیں ہے اس کے رخنوں کو مہمل زیب وزینت سے رفو کرتے پھرتے ہیں اب بھی اللہ کے بندے اس قسم کے جہاں کہیں موجود ہیں ان کی وقعت و عظمت خود جاکر آنکھ سے دیکھ لیجئے ابھی کا قصہ ہے حضرت مولانا سیدنا الشاہ محمد فضل الرحمٰن کے دربار شریف میں بڑے بڑے اُمراء وحکام کا حاضر ہونا اور ادب وتعظیم کے ساتھ پیش آنا کس کو معلوم اور یاد نہیں وہاں کون سی ظاہری شان وشوکت تھی. یہی سیدھا سادھا اسلام تھا جس کی یہ کشش تھی۔ عارف شیرازی کا یہ قول گویا اسی مضمون میں ہے۔

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست[1]

بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

اور بالفرض اگر اس تسبب و ترتب کو تسلیم بھی کرلیا جاوے تب بھی یہ کہنا کہ مقصود بالذات اسلام کی ترقی ہے اور ترقی دنیوی محض اس کا واسطہ اور مقصود بالعرض اس وقت مانا جاتا کہ یہ حضرات مدعین جس قدر دنیا کا اہتمام کرتے ہیں دین کا اس سے زیادہ اور برابر نہیں تو اس سے نصف وربع کچھ تو کرتے تو سمجھا جاتا کہ اصل مقصود دین ہے اور دنیا محض ضرورت کی چیز، اب تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان صاحبوں میں ایسے منہمک ہیں کہ نہ خدا کی خبر نہ رسول کی یاد نہ عقائد کی فکر نہ احکام کی پروا۔

---

[1] محبوب کا جمال ہمارے ناقص عشق کا محتاج نہیں، خوبصورت چہرے کو رنگ وروغن اور زیب وزینت کی ضرورت نہیں۔

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد[1]

کے اچھے خاصے مصداق ہیں پھر ہم کیسے اس دعوے کو تسلیم کریں بعض حضرات ان ہیں صحابہؓ کی ترقی کو نظیر میں پیش فرما دیتے ہیں ہم اس نظیر پہ بدل وجان راضی ہیں. آئیے اس سے ہمارے آپ کے درمیان میں محاکمہ ہوا جاتا ہے.

نظر و تحقیق و انصاف سے دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ نے کس چیز میں ترقی کی تھی، دین میں یا دنیا میں، اگر توسیع ممالک میں کوشش کی تھی تو کیا اس سے ترقی تجارت یا زراعت یا رفعت و صنعت مقصود تھی یا نماز و روزہ و قرآن و ذکر اللہ و اقامت حدود و عدل مطمع نظر تھا. قرآن مجید جو سب سے سچی تاریخ ہے اس سے اس کی تصدیق کر لیجئے اوپر سے صحابہ مہاجرین کا ذکر فرما کر ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔ (الحج - ۴۸)	وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اختیار دے دیں ہم ان کو زمین میں تو قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور بتلائیں نیک باتیں اور روکیں برے کام سے اللہ ہی کے لئے ہے انجام سب کاموں کا۔

اور احادیث و سیر سے ان حضرات کے حالات تحقیق کر لیجئے کہ باوجود ان فتوحات وسیعہ کے کبھی پیٹ بھر کر کھایا نہیں نیند بھر سوئے نہیں شب و روز خوف و خشیت و ذکر و فکر میں گزرتے تھے بلکہ دنیا کی اس کثرت سے فراخی

---

[1] جب سوتا ہے تو مصیبت زدہ ہوتا ہے اور جب اٹھتا ہے تو مصیبت زدہ ہوتا ہے.

کو دیکھ کر ڈرتے تھے اور روتے تھے۔ کجا صحابہؓ کی ترقی کجا اس وقت کی معکوس ترقی؂

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا [1]

اصل بات یہ ہے کہ حرص و شہوت نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے۔ طبیعت آرام پسند ہے، خواہش ہوتی ہے کہ اسباب تنعم و تلذذ کے جمع ہوں، دین و اسلام کا نام محض بطور امتیاز و شعار قومی کے باقی رہے۔ باقی نماز کس کی روزہ کس کا بلکہ ان احکام کے ساتھ استخفاف و استہزاء سے پیش آتے ہیں۔ صاحبو! یہ کیسا دین ہے۔

قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

رفع اشتباہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ میں تحصیل دنیا سے منع کرتا ہوں یا اس کے اسباب و وسائل مثلاً انگریزی پڑھنا، صنائع جدیدہ ایجاد کرنا وغیرہ کو حرام کہتا ہوں۔ بھلا بلا دلیل شرعی محض تعصباً میں اس پر حرمت کا فتویٰ دے کر اللہ پر افترا کرنے والا بننا کیسے پسند کروں گا ہرگز یہ میرا مطلب نہیں خوب دنیا کماؤ، نوکری کرو اس کے وسائل بہم پہنچاؤ بلکہ ظاہری اطمینان اکثر باطنی کا ذریعہ ہوتا ہے ؂

خداوند روزی بحق مشتغل پراگندہ روزی پراگندہ دل [2]

مگر دین کو مت ضائع کرو، بے وقعت مت سمجھو تحصیل دنیا میں احکام و قوانین الٰہی کی پابندی رکھنے کی کوشش کرو، دنیا کو دین پر ترجیح مت دو، جس جگہ دونوں نہ تھم سکیں۔ نفع دنیا کو چولہے میں ڈال دو۔ تعلیم علوم دنیویہ میں نماز روزہ سے غافل مت ہو جاؤ۔ عقائد اسلام پر پختہ رہو، بری صحبت سے بچتے رہو

---

[1] دیکھو راستے کا اختلاف کہاں سے کہاں تک ہے۔ [2] روزی کا مالک حق کے ساتھ مشغول رہتا ہے جس کی روزی پریشان ہے اس کا دل پریشان ہے۔

اور نہ بچ سکو تو کم از کم بلا ضرورت دوستی اور اختلاط تو نہ کرو علماء و صلحاء کی صحبت سے نفور مت کرو۔

اپنے عقائد و اعمال کو ان کی خدمت میں جاکر سنوارتے رہو، کوئی شبہ ہو دریافت کر لیا کرو اور غیر حق پر نظر مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے اقوال و افعال پر بصیر و خبیر سمجھو۔ حساب و جزاء سے ڈرتے رہو۔ وضع و لباس میں شریعت کا پاس رکھو، غرباء و مساکین کو حقیر مت سمجھو ان کی خدمت و سلوک کو فخر سمجھو، اپنے کو تواضع اور مسکنت سے رکھو، بڑوں کا ادب کرو، کسی پر ظلم و غصہ مت کرو، دل میں رِقّت پیدا کرو، سنگدل، لااُبالی مت بنو جس قدر وجہ حلال سے مل جاوے اس پر قناعت کرو، اپنے سے زیادہ مالداروں کو دیکھ کر حرص و ہوس مت کرو، سادگی سے بسر کرو تاکہ فضول خرچی سے بچو، اس وقت کثرتِ آمدنی کی بھی حرص نہ ہوگی اور اسی طرح جس قدر اسلامی اخلاق ہیں ان کو برتاؤ میں رکھو، تصحیح عقائد پابندی اعمال و اخلاق وضع اسلامی کے ساتھ اگر لندن جاکر بیرسٹر بن آؤ، منصفی کرو، ڈپٹی کلکٹری و جج سے ممتاز ہو۔ چشم ماروشن دلِ ماشاد، ورنہ ؎

مبادا دل آں فرومایہ شاد ۔۔۔ کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضّالین آمین ۔

شکر الحمد للہ کہ یہ تینتیس شعبے قلب کے متعلق مع فضائل و متعلقات کے لکھے گئے۔ اگر کوئی صفتِ قلبیہ اور دیکھو سنو غور کرو گے تو ان ہی تیس میں سے کسی نہ کسی میں داخل پاؤ گے۔ اے طالبانِ حق خوب کوشش کر کے ان صفات سے

اپنے قلب کی اصلاح کرو۔ اگر قلب درست ہوگیا تو زبان وجوارح کا درست ہونا بہت آسان ہے۔ جیسا حدیث شریف میں ہے۔ ان فی الجسد مضغة فاذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله۔

مگر یہ نہ سمجھو کہ جب تک یہ حاصل نہ ہوں زبان وجوارح کے اعمال کو مہمل چھوڑ دو، وہ بھی بجائے خود فرض ہیں دوسرے کبھی ظاہر کی اصلاح سے باطن کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے اب وہ شعبے سنو جو زبان سے متعلق ہیں۔

دوسرا باب

بیان میں ان ایمانی شعبوں کے جو زبان سے متعلق ہیں اور وہ سات ہیں۔

(۱) کلمہ توحید کا پڑھنا (۲) قرآن مجید کی تلاوت (۳) علم سیکھنا (۴) علم سکھلانا (۵) دعا کرنا (۶) ذکر کرنا (۷) لغو اور منع کلام سے بچنا۔

مثل شعب متعلقہ قلب کے ان شعبوں کے بھی مختصر فضائل اور متعلقات چند فصول میں مرقوم ہوتے ہیں۔

فصل: حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی بندہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو اور اسی پہ اس کا خاتمہ ہو گیا مگر داخل ہوگا وہ بہشت میں۔ میں نے عرض کیا کہ اگرچہ زنا کرے؟ اور چوری کرے؟ آپؐ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے اسی طرح تین بار سوال و جواب ہوا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کرو اپنے مرنے والوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے مقاتلہ کروں یہاں تک کہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پس جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیوے اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر اس کے حق سے[1] اور حساب اس کا اللہ کے حوالہ۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

---

[1] یعنی اگر یہ شخص دوسرے کے مال و جان کا نقصان کرے گا تو اس کا بدلہ لیا جائے گا یا اور کوئی ایسا جرم کرے جس سے مال یا جسمانی سزا کا مستحق ہو۔ ۱۲ منہ

امام احمدؒ نے حدیث روایت کی ہے کہ اپنا ایمان تازہ کر لیا کرو۔ عرض کیا گیا یارسول اللہؐ! ایمان کس طرح تازہ کریں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کثرت سے کہا کرو۔

ف: ان احادیث سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی حضراتِ صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے اسی کی مشق کے طرح طرح کے طریقے نکالے۔ اب اس مقام پر چند امور قابلِ تحقیق ہیں۔

تحقیق اقرار کے شرط و شطر ہونے کی ایمان میں تحقیق کا وجود تو سب اہلِ حق کے نزدیک ضروری ہے لیکن اقرار اور عمل میں گفتگو یہ ہے کہ آیا ایمان کا شطر ہے یا شرط یعنی ایمان میں داخل ہے یا خارج۔ نظرِ دقیق میں یہ اختلاف محض اختلافِ عنوان ہے کیونکہ اس پر سب متفق ہیں کہ بدون اقرار کے وجود ایمان کا ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ شطر و شرط بالمعنی الاصطلاحی مراد نہیں ہے ورنہ کوئی شئے بدون وجود جزو شرط کے ممکن الوجود نہیں ہوتی بلکہ جس نے شرط کہا ہے اجرائے احکامِ ظاہرہ کے لئے کہا ہے اور جس نے رکن کہا ہے اس نے تصریح کردی ہے کہ یہ رکن زائد قابلِ سقوط ہے سو معنوں میں دونوں قائل متفق ہیں کہ اقرار موقوف علیہ حقیقت ایمان کا نہیں لیکن احکام بدون اقرار کے جاری نہ ہوں گے اسی کو کسی نے شرط کہہ دیا کسی نے شطر ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

تحقیق اعمال کے شرط و شطر ہونے کی اور عمل میں گفتگو یہ ہے کہ یہ ایمان میں داخل ہے یا خارج اس میں بھی نظرِ تحقیق سے اختلاف لفظی ہے کیونکہ جنہوں نے داخل کہا ہے اس کے وہ بھی قائل ہیں کہ اعمالِ صالحہ کے ترک کردینے سے

ایمان سلب نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ جنہوں نے داخل کہا ہے انہوں نے ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی مقرون بالاعمال لیا ہے اور جنہوں نے خارج کہا ہے انہوں نے نفس تصدیق مراد لی ہے پس ایمان کے دو معنی ہوتے ایمان بالمعنی الاوّل دخول فی النار سے نجات دلانے والا ہے اور ایمان بالمعنی الثانی خلود فی النّار سے بچانے والا ہے۔

تحقیق زیادت ونقصان ایمان | ایمان زائد یا ناقص ہوتا ہے یا نہیں؟ حقیقت میں یہ اختلاف بھی لفظی ہے کیونکہ ایمان کامل مقرون بالعمل تو اعمال کی کمی و زیادتی سے زائد و ناقص ہوتا ہے اور نفس تصدیق چونکہ کیفیات سے ہے اور زیادت و نقصان کمیات میں ہوتا ہے وہ زائد ناقص نہیں ہوتی البتہ زیادت ونقصان کبھی شدّت وضُعف پر بولا جاتا ہے اسی معنیٰ کے اعتبار سے تصدیق میں بھی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں جو زیادت کا لفظ عام ہے البتہ اہل اصطلاح کے نزدیک شدت و زیادت میں تبائن ہے۔ فارتفع الاشکال۔

تلاوتِ قرآن مجید | ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا کرو۔ پس بے شک وہ قیامت کے دن آئے گا شفاعت کرتا ہوا اپنے پڑھنے والوں کے لئے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

اور بیہقیؒ نے حدیث نقل کی ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی تمام عبادات میں افضل قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔

اور امام احمدؒ نے حدیث روایت کی ہے کہ قرآن والے وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں اور حدیثیں فضائل تلاوتِ قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔

آداب ضروری تلاوت قرآن مجید تلاوتِ قرآن کے بہت سے آداب ہیں کچھ ظاہری کچھ باطنی مختصر یہ ہے کہ جب قرآن مجید پڑھے باوضو ہو۔ پاک کپڑا ہو۔ جگہ پاک ہو، وہاں بدبو نہ ہو، قبلہ رو ہو تو بہتر ہے، حرف صاف پڑھے، جب بالکل دل نہ لگے اس وقت موقوف کر دے۔ پڑھتے وقت دل حاضر ہو۔ اس کا سہل طریق یہ ہے کہ قبل از تلاوت کے یوں تصور کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ ہم کو کچھ قرآن سناؤ اور میں اس فرمائش کی تعمیل کے لئے پڑھتا ہوں اور ان کو سناتا ہوں اس مراقبہ سے بے تکلف تمام آداب کی خود رعایت ہو جائے گی۔

قرآن کے ساتھ برتاؤ افسوس کہ ہمارے زمانے میں اکثر عوام بلکہ خواص بھی قرآن مجید کی طرف سے بالکل بے توجہ ہو گئے ہیں۔ بعض لوگ تو اس کے پڑھنے پڑھانے کو نعوذ باللہ بیکار سمجھتے ہیں جو مر مار کر پڑھ بھی لیتے ہیں وہ اس کے یاد رکھنے کی فکر نہیں کرتے اور ہمیشہ جو پڑھتے رہتے ہیں اس کو اس کی تصحیح کا خیال نہیں رہتا۔ بعض طالب علموں کے قرآن پڑھنے پر پورا پورا یہ شعر صادق آتا ہے[1]

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی   ببری رونقِ مسلمانی

جو تصحیح بھی کر لیتے ہیں ان کو فہم معانی کی طرف التفات نہیں جو ترجمہ یا کوئی تفسیر بھی پڑھ لیتے ہیں وہ بھی تدبر و تفکر سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے جو اس مرحلہ کو بھی طے کر لیا تو عمل کا خیال نہیں اور یہ شکایت تو عام ہے۔ اکثر اہلِ علم قرأتِ سبعہ متواترہ سے ناواقف ہیں گویا بجز ایک قرأت کے دوسری قرأتیں شارع علیہ السلام سے منقول و ثابت ہی نہیں۔ بہرحال خوب مل جل کر قرآن کو متروک کر دیا

---

[1] اگر تو قرآن اس طریقہ سے پڑھے گا تو مسلمانی کی رونق ختم کر دے گا۔

ہے۔ ڈرنا چاہیئے کبھی قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرمادیں۔

یَارَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (الفرقان۔۳۰)	اے میرے پروردگار بیشک میری قوم نے ٹھہرالیا تھا قرآن مجید کو ایک چھوڑی ہوئی چیز۔

علم سیکھنا ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کا علم اور سمجھ عنایت فرماتے ہیں (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے) اور ارشاد فرمایا کہ طلب کرنا علم کا فرض ہے ہر مسلمان پر۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔)

علم سکھانا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص پوچھا جاوے کوئی علم کی بات پھر وہ اس کو چھپالیوے لگام دے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے اور آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی دعائے خیر کرتی ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو خیر کی یعنی دین کی تعلیم دیتا ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

فضائل علم دین و اقسام علم مفروض یہ جو فضائل تعلیم و تعلم کے وارد ہیں یہ سب علوم دینیہ کے ساتھ خاص ہیں یا جو علوم ان علوم کے خادم ہیں اور جو فنون دینیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے یا دخل رکھتے ہوں مگر کبھی ان کو خدمت علم دین کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ تمام عمر ان ہی خرافات میں پھنسا رہے ان کو ان

فضائل سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ایسے علوم کی شان میں وارد ہوا ہے کہ بعض علم بھی جہل ہے۔ شیخ فرماتے ہیں:۔

علمیکہ رہ بحق نہ نماید جہالت است [1]

اور اس علم دین میں دو مرتبے ہیں۔ ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ فرض عین تو وہ ہے جس کی ضرورت واقع ہوئی ہو۔ مثلاً نماز سب پر فرض ہے تو اس کے احکام کا جاننا بھی سب پر فرض ہے۔ زکواۃ مالداروں پر فرض ہے اس کے احکام جاننا بھی ان ہی پر فرض ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جو جو حالت ہوتی جاوے اس کے احکام کا سیکھنا فرض ہوتا جاوے گا۔

علماء پر کسب دُنیا نہ کرنے سے جو الزام ہے اس کا جواب

اور فرض کفایہ یہ کہ ہر جگہ ایک دو آدمی ایسے ہونے چاہئیں جو اہل بستی کی دینی ضرورتوں کو رفع کر سکیں اور مخالفینِ اسلام کے شبہات و اعتراضات کا جواب دے سکیں۔

ایقاظ:۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوتی ہے کہ کسی شئے میں پورا کمال بدوں کمال اشتغال کے حاصل نہیں ہوتا اور کمال اشتغال بدون قطع تعلقات وحصول یکسوئی کے میسّر نہیں ہوتا سو علوم دینیہ میں تبحّر اور اس کی پوری طور سے خدمت کرنی دوسرے اشتغال کے ساتھ عادتاً محال ہے سو اکثر نادان ابنائے زمان کا علماء دین پر یہ اعتراض کہ یہ لوگ اور کسی کام کے نہیں کس قدر کم فہمی کی دلیل ہے۔

---

[1] وہ علم جو راہِ حق نہیں دکھاتا وہ جہالت ہے۔

سہل طریقے حصول علم دین کے عوام کے لئے

تحصیل علم جو فرض عین ہے اس کے لئے عربی زبان کی تحصیل ضروری نہیں بلکہ فارسی یا اردو میں مسائل و عقائد کا سیکھ لینا کافی ہے لوگوں کو چاہیئے کہ کم از کم اپنے بچوں کو اتنا علم سکھلا دیا کریں کہ دو چار نسلوں کے بعد شاید دین سے ایسی اجنبیت نہ ہو جاوے کہ دین و اسلام کے انتساب سے بھی عار آنے لگے خدا کے لئے اس طوفانِ بدتمیزی کے روکنے کی فکر کرو اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے اردو فارسی پڑھنا بھی نہ آتا ہو تو علماء کی صحبت میں اپنے عقائد و مسائل کی تصحیح کر لے اور اولاد کو بھی تاکید کرے کہ روزمرہ یا تیسرے چوتھے روز دس پندرہ منٹ کے لئے کسی خوش عقیدہ متقی محقق عالم کی صحبت سے فیض اٹھایا کریں۔ صحبت کے عجیب منافع و برکات ہیں!

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — گو نشیند در حضورِ اولیاء[1]

یک زمانہ صحبتے با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا مغز ہے عبادت کا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ قدر کی کوئی چیز نہیں (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ دعا نفع دیتی ہے اس بلا سے جو نازل ہو چکی ہے اور اس بلا سے بھی جو نازل نہیں ہوئی (جو مصیبت واقع ہو گئی ہے اس کا خاتمہ

---

[1] جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی کرنا چاہے اس کو کہہ دو کہ وہ اولیاء اللہ کے حضور میں بیٹھے۔ تھوڑا زمانہ اولیاء اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

ہو جاتا ہے اور جو واقع نہیں ہوئی وہ ٹل جاتی ہے) اپنے ذمہ لازم کر لو اے اللہ
کے بندو دعا کو۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
کوئی ایسا شخص نہیں جو دعا مانگے مگر اس کو اللہ تعالیٰ یا تو اس کو مانگی چیز دیتے
ہیں یا کوئی برائی اس سے روک دیتے ہیں جب تک کہ گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ
کرے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا
کرو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں کہ اللہ کی قبولیت کا یقین رکھو اور جان لو کہ اللہ
تعالیٰ غافل قلب سے دعاء قبول نہیں فرماتے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

ف :۔ ان احادیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو دعا کی فضیلت اور
تاثیر اکثر لوگ شدائد میں طرح طرح کی تدبیر کرتے ہیں مگر دعا کی طرف مطلقاً التفات
نہیں کرتے حالانکہ وہ اعظم تدابیر ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دعا کبھی بے کار نہیں جاتی یا تو وہی چیز
مل جاتی ہے یا کوئی اور آنے والی بلا ٹل جاتی ہے یا موافق ایک روایت کے
آخرت میں اس کے لئے جمع ہو جاتی ہے بہر حال قبولیت ضرور ہوتی ہے۔ آج کل
یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوئی اس سے یہ شبہ جاتا رہا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قبولِ دعا کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ خلافِ شرع
درخواست نہ ہو اور حضورِ قلب سے ہو اور قبولیت کا یقین ہو آج کل ان سب
شرائط میں غفلت ہے اکثر یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہم جو چیز مانگ رہے ہیں وہ جب

ناخوشی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تو نہ ہو گی نہ حضور قلب میسر ہوتا ہے بلکہ حالت یہ ہے:

بہ زبان تسبیح و در دل گاؤ خر[1] — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

چونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر قلب پر ہے۔ قلب کی بے التفاتی کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی حاکم کی پیشی میں درخواست دی جاوے اور اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو جاویں۔ ظاہر ہے کہ اس بے رُخی کا کیا اثر ہو گا اور سب سے بڑی بلا یہ ہے کہ دعا کی قبولیت کا یقین نہیں ہوتا، تردّد ہوتا ہے کہ دیکھئے منظور ہو گئی ہے یا نہیں اس کی بعینہٖ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے یہاں نوکری کی تحریری درخواست دے۔ اوّل میں تو بہت خوشامد کے الفاظ ہوں اور اس کے سامنے آخر میں یوں بھی لکھ دے "کہ مجھ کو آپ سے امید تو نہیں ہے کہ آپ مجھ کو نوکری دیں گے"۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایسی مہمل درخواست کا کیا اثر ہو گا۔ بجز اس کے کہ نامنظور ہو بلکہ غالباً اور الٹا عتاب وعقاب ہونے لگے۔ اسی طرح دل میں جب قبولیتِ دُعا کا یقین نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تو دل کی کیفیات پر مطلع ہیں، دل میں تردّد رکھنا ان کے نزدیک ایسا ہی ہے۔ جیسے حکام مجازی کے روبرو زبان یا قلم سے تردّد کا اظہار کرنا پھر ایسی دعاء کیسے قبول ہونے کے لائق ہے۔

اور منجملہ شرائط قبول دعاء کے یہ بھی ہے کہ خوراک و پوشاک حرام سے بچے۔ اس شرط کو تو آج کل بالکل محال سمجھ رکھا ہے اور روزی حلال کو عنقا قرار دے رکھا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔

---

[1] زبان پر سبحان اللہ ہو اور دل میں گدھا اور گائے ہو ایسی تسبیح کب اثر رکھتی ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے وجوہ وطُرق معیشت میں بہت وسعت دی ہے جو چیز موافق فتوائے علمائے شرع کے حلال ہو وہ حلال ہے اور تقویٰ کا درجہ تو بہت بڑھا ہوا ہے وہ مقام صدیقین کا ہے عوام کے لئے فتویٰ پر عمل کر لینا جائز ہے۔

ذکر اللہ ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال اس شخص کی جو ذکر کرتا ہو اپنے رب کا اور اس شخص کی جو نہ ذکر کرتا ہو مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ کلام مت کیا کرو بجز ذکر اللہ کے کیونکہ زیادہ کلام بجز ذکر اللہ کے قساوت قلب کا سبب ہے اور سب سے زیادہ دور اللہ تعالیٰ کے وہ قلب ہے جس میں قساوت ہو (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے لئے صیقل ہے اور دلوں کا صیقل ذکر اللہ ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے۔)

خوبی طریقہ تصوّف ان احادیث سے ذکر اللہ کی بزرگی کس درجہ ثابت ہوتی ہے صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے طریقہ کی خوبی اس سے ظاہر ہے کہ ان کو اس کا نہایت اہتمام ہے۔ اس کے طرح طرح کے طریقے سوچ سوچ کر تعلیم فرماتے ہیں۔ یہ ذکر اوّل زبانی ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ خود قلب میں اثر پہنچتا ہے اس سے بالطبع اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اس سے بے تکلف اطاعت ہونے لگتی ہے اور جو جو آثار و احوال پیدا ہوتے

ہیں کرنے والے کو خود معلوم ہو جائے گا۔

غرض ذکر اللہ عجب چیز ہے۔ کسی شیخ کامل سے اس کا طریقہ دریافت کر کے کم و بیش ہر شخص کو اس کام کا اہتمام ضروری ہے۔

استغفار ذکر اللہ میں استغفار بھی داخل ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں ایک دن میں ستّر مرتبہ سے زیادہ۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے۔)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص لازم کر لے استغفار کو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نجات کی سبیل اور ہر فکر و غم سے کشادگی کر دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔)

لغو اور ممنوع کلام سے بچنا سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ذمّہ دار ہو جائے میرے واسطے اس چیز کا جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی ٹانگوں کے بیچ میں ہے یعنی شرمگاہ۔ میں اس کے لئے ذمّہ دار ہوں بہشت کا۔ (بخاری)

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور تمہارا گھر تمہارے گنجائش والا ہونا

چاہیئے یعنی گھر سے بلا ضرورت مت نکلو اور اپنی خطا پر روتے رہو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔)

آفاتِ زبان منجملہ آفاتِ عظیمہ کے زبان کی آفت ہے کہ بظاہر نہایت خفیف ہے اور حقیقت میں نہایت ثقیل۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سنبھالنے کے لئے بہت تاکید فرمائی ہے کیونکہ اکثر آفتیں زبان کی بدولت نازل ہوئیں جب تک زبان نہیں چلتی نہ کسی سے لڑائی ہو نہ جھگڑا نہ عدالت نہ خصومت اور جہاں یہ چلی سب کچھ آموجود ہوا۔ بزرگوں نے حدیثوں سے اس کی آفات مستنبط کرکے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو لکھا اور اردو میں حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحبؒ نے اس مضمون کو اپنے رسالہ ضمان الفردوس میں بقدر کافی تحریر فرمایا ہے۔ اس رسالہ کا دیکھنا بلکہ اپنا وظیفہ بنا لینا ہر شخص کے لئے ضروری ہے راقم الحروف اس مقام پر صرف ان گناہوں کے جو زبان کے متعلق ہیں شمار کرتا ہے اور تفصیل اور وعید کو کتابین مذکورین پر حوالہ کرتا ہے۔ یہاں لکھنا سب کا تطویل ہے اور تحصیل حاصل بھی وہ سب آفات موافق شمار امام غزالی کے بیس ہیں۔ (۱) کلام کرنا ایسے امر میں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ (۲) حاجت سے زائد کلام کرنا۔ (۳) بے ہودہ باتوں میں خوض کرنا مثلاً غیر عورتوں کی حکائتیں بیان کرنا یا فساق وفجار و ظالموں کی حکایت محض دلچسپی کے بیان کرنا جیسا کہ اکثر بیٹھکوں میں ہوتا ہے۔ (۴) بحث و مباحثہ کرنا۔ (۵) لڑائی و جھگڑا کرنا۔ (۶) کلام میں تکلف و تصنع کرنا۔ (۷) فحش گالیاں بکنا۔

(۸) بد زبانی کرنا (۹) لعنت کرنا کسی پر یعنی پھٹکار ڈالنا۔ یہ عادت عورتوں میں بہت ہوتی ہے (۱۰) گانا اور شعر پڑھنا جو خلافِ شرع ہو جیسا کہ آج کل کثرت سے یہی ہوتا ہے (۱۱) حد سے زیادہ خوش طبعی کرنا (۱۲) استہزاء کرنا جس میں دوسرے کی تحقیر ہو یا وہ بُرا مانے۔ (۱۳) کسی کا راز ظاہر کر دینا (۱۴) جھوٹا وعدہ کرنا۔ (۱۵) جھوٹ بولنا، البتہ جہاں ضرورتِ شدیدہ ہو اور دوسرے کی حق تلفی نہ ہوتی ہو وہاں اجازت ہے۔ (۱۶) غیبت۔ یہ سب سے بڑھ کر ہم لوگوں کی غذا ہو رہی ہے اور اس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو سچ کہہ رہے ہیں پھر غیبت کہاں ہوئی۔ یہ شبہ بالکل مہمل ہے کیونکہ غیبت تو جب ہی ہوتی ہے جب وہ بات سچ ہو ورنہ بہتان ہے۔ البتہ جس شخص سے کسی کو دینی یا دنیوی مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہے اس کا حال بیان کر دینا جائز ہے۔ (۱۷) چغل خوری کرنا ہر گروہ میں جا کر اس کی سی باتیں بنا دینا۔ (۱۸) کسی کے منہ پر اس کی تعریف یا خوشامد کرنا۔ البتہ اگر اس کی تعریف سے مخاطب کو خود بینی پیدا نہ ہو بلکہ امرِ خیر کی اور زیادہ رغبت پیدا ہو جاوے تو مضائقہ نہیں۔ (۱۹) بول چال میں باریک غلطیوں کا لحاظ نہ رکھنا مثلاً اکثر لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اوپر خدا نیچے تم۔ بری بات ہے اس میں شبہ مساواتِ خالق و مخلوق کا ہوتا ہے۔ (۲۰) علماء سے ایسے سوالات کرنا جن سے اپنی کوئی ضرورت متعلق نہیں۔

طریقِ حفظِ لسان علاج اس کا یہ ہے کہ جب کوئی بات کہنے کا ارادہ ہو تو بے تامل نہ کہہ ڈالے۔ کم از کم دو تین سیکنڈ یہ سوچ لے کہ میں جو بات کہنا چاہتا ہوں میرے مالکِ حقیقی کو ناخوش کر دینے والی تو نہیں ہے۔ اگر پورا اطمینان ہو تو بولنا

شروع کرے مگر ضرورت کے موافق اور اگر ذرّہ بھی غلجان ہو تو خاموش رہے۔
انشاء اللہ تعالیٰ سہولت سے سب آفات سے بچ جائے گا۔ شیخ سعدیؒ کیا خوب
فرماتے ہیں۔

مزن بے تامّل بگفتار دم — نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

(اللہ تعالیٰ توفیق بخشے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس مقام پر وہ شعبے جو زبان سے متعلق ہیں ختم
ہوئے۔

تیسرا باب

ان شعبوں کے بیان میں جو باقی جوارح سے متعلق ہیں اور وہ چالیس شعبے ہیں۔

سولہ تو مکلف کی ذاتِ خاص سے متعلق ہیں (۱) طہارت حاصل کرنا۔ اس میں بدن، جا، مکان کی طہارت، وضو کرنا، غسل کرنا جنابت سے، حیض سے، نفاس سے سب کچھ داخل ہو گیا (۲) نماز کا قائم کرنا۔ اس میں فرض، نفل و قضا سب آگیا (۳) صدقہ، اس میں زکوٰۃ، صدقۂ فطر، طعام جود، طعام اکرام مہمان سب داخل ہے (۴) روزہ فرض و نفل (۵) حج و عمرہ (۶) اعتکاف، شبِ قدر کا تلاش کرنا اس میں آگیا (۷) اپنے دین کو بچانے کے لئے کہیں بھاگ نکلنا۔ اس میں ہجرت بھی آگئی (۸) نذر پوری کرنا (۹) قسم کا خیال رکھنا (۱۰) کفارہ ادا کرنا (۱۱) بدن چھپانا نماز اور غیر نماز میں (۱۲) قربانی کرنا (۱۳) جنازہ کی تجہیز و تکفین و تدفین (۱۴) دَین ادا کرنا (۱۵) معاملات میں راست بازی کرنا اور غیر مشروع معاملات سے بچنا (۱۶) سچی گواہی ادا کرنا اور اس کو پوشیدہ نہ کرنا۔

اور چھ اپنے اہل و توابع کے متعلق ہیں (۱) نکاح سے عفت کرنا (۲) اہل و عیال کے حقوق ادا کرنا۔ اس میں غلام نوکر خدمت گزار سے نرمی و لطف کرنا بھی آگیا (۳) والدین کی خدمت اور ان کو ایذا نہ دینا (۴) اولاد کی پرورش کرنا (۵) ناتہ داروں سے سلوک کرنا (۶) آقا کی اطاعت کرنا۔

اور اٹھارہ عام لوگوں سے متعلق ہیں (۱) حکومت سے عدل کرنا (۲) مسلمانوں کی جماعت کی اطاعت کرنا (۳) حکام کی اطاعت کرنا (۴) لوگوں میں اصلاح کر دینا۔ اس میں خوارج اور باغیوں کے ساتھ قتال کرنا بھی داخل ہے کیونکہ فساد کا دفع کرنا اصلاح کا سبب ہوتا ہے (۵) نیک کام میں مدد دینا (۶) نیک بات بتلانا (۷) بری

بات سے منع کرنا (۸) جہاد کرنا۔ اس میں سرحد کی حفاظت بھی آگئی (۹) امانت ادا کرنا۔ اس میں خمس نکالنا بھی داخل ہے (۱۰) قرض دینا کسی حاجت مند کو (۱۱) پڑوسی کی طرفداری کرنا (۱۲) خوش معاملگی (۱۳) مال کو اس کے موقع میں صرف کرنا۔ اس میں فضول خرچی سے بچنا بھی آگیا (۱۴) سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو جواب دینا یعنی جب الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہنا (۱۶) لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا (۱۷) لہو و باطل سے بچنا (۱۸) ایذا دینے والی چیز جیسے کانٹا ڈھیلا راہ سے ایک طرف کر دینا۔ ۱۶، ۱۹ اور ۲۰ کا مجموعہ چالیس ہوا شعب مذکورہ کے ان شعب کے بھی مختصر فضائل اور متعلقات کے لئے چند فصلیں منعقد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتمام فرماویں۔

طہارت اور ہر قسم کی صفائی اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طہارت نصف ایمان ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

ف:۔ اس میں ہر قسم کی صفائی داخل ہوگئی چنانچہ ارشاد ہوا پانچ چیزیں فطرت سلیمہ کا مقتضا ہیں (۱) ختنہ کرنا (۲) استرہ لینا (۳) لبیں ترشوانا (۴) ناخن کٹانا۔ (۵) بغل کے بال[1] اکھاڑنا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک صاف ہیں۔ صفائی کو پسند کرتے ہیں۔ سو اپنے گھروں کے آگے میدانوں کو صاف رکھا کرو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

دیکھئے شریعت مطہرہ نے صفائی کی کیسی تعلیم فرمائی۔ افسوس کہ ہم لوگ شریعت پر عمل چھوڑ کر غیر قوموں سے ہنسواتے ہیں اور شریعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی شریعت اصلاح معاش کے لئے کافی نہیں اور دوسری قومیں ہمارے اصول و احکام

---

[1] افضل ہے اور منڈانا بھی جائز ہے کیونکہ مقصود ازالہ ہے ۱۲ عفی عنہ

لے لے کر اپنی طرف نسبت کرتی ہیں اور فخر کرتی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
سادگی سے رہو مگر صاف رہو کپڑا بدن، مکان سب ستھرا ہے میلا پن نہایت ذلت اور دوسرے کی ایذاء کا سبب ہے۔

فصل :۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضورِ سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک روز نماز کا ذکر فرمایا کہ جو شخص نماز پر محافظت کرے یعنی اس کو ہمیشہ برعایت شرائط وارکان پڑھتا رہے اس کے لئے وہ نماز قیامت کے روز روشنی اور برہان اور سبب نجات ہو جائے گی اور جو شخص اس پر محافظت نہ کرے گا نہ وہ اس کے لئے نور ہوگی نہ برہان نہ نجات اور وہ شخص قیامت کے دن فرعون و قارون و ہامان و ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔
(روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کرو اپنی اولاد کو نماز کا جب وہ سات برس کے ہو جاویں اور ان کو نماز کے لئے مارو جب وہ دس برس کے ہو جاویں علیحدگی کر دو ان کے درمیان خوابگاہ میں یعنی جب وہ ہوشیار ہو جاویں تو ان کو علیحدہ علیحدہ بستر پر سلاؤ۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔)

ف : نماز کی فضیلت اور اس کے ترک پر وعید کے بارہ میں بے شمار احادیث موجود ہیں اکثر لوگ نماز میں بہت غفلت کرتے ہیں، طرح طرح کے بہانے پیش لاتے ہیں۔ بڑا عذر کم فرصتی کا ہوا کرتا ہے۔

صاحبو! اگر عین ہجوم کاروبار کے وقت پیشاب یا پاخانہ کا دباؤ پڑے اس وقت کیا کرو اپنا کام کرتے رہو یا سب چھوڑ چھاڑ بمپولیس دوڑے جاؤ۔ پھر

افسوس کیا نماز کی اتنی بھی ضرورت اور قدر نہیں ہے سب سے بڑھ کر افسوس یہ ہے کہ بعض درویش اس کو ضروری نہیں سمجھتے اور دوسرے عوام اور جاہلوں کو گمراہ کرتے ہیں درویشی تو اس واسطے اختیار کیا کرتے ہیں کہ پہلے سے زیادہ عبادت وطاعت میں مشغولی ہوگی جو کام دین کا پہلے دشوار تھا وہ آسانی سے ہونے لگے لگا نہ یہ کہ جو لنگڑا لنجا نماز روزہ تھا وہ بھی رخصت کر دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر رنج کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کی آیات میں تحریف کر کے اپنے مطلب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

صاحبو! تفصیلی جواب تو طالب علموں کے سمجھنے کے ہیں ان بیچاروں سے اتنا پوچھ لینا کافی ہے کہ قرآن مجید جن پر نازل ہوا وہ زیادہ سمجھتے تھے یا تم پھر وہ تو عمر بھر نماز پڑھتے رہے پھر تم نے کس بنا پر نماز چھوڑ دی۔ بات یہ ہے کہ یہ بھی نفس کی شرارت ہے کہ بزرگی کے پردے میں لذتِ نفس کو پورا کیا جاتا ہے یا اثنائے سلوک میں کوئی دھوکہ ہو گیا ہے جس کا منشا جہل اور دوسروں سے اپنے کو بڑا سمجھنا ہے ورنہ کسی کامل جامع شریعت و حقیقت سے رجوع کرتے غلطی نکل جاتی۔ اللہ تعالےٰ سب آفات سے محفوظ رکھے۔ جو لوگ اب نماز کی طرف متوجہ ہوں ان کو پچھلی ناغہ نمازیں قضا کرنی چاہئیں وہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتیں اور قضا کے لئے یہ ضروری نہیں کہ فجر کی قضا فجر کے وقت ہو ظہر کی قضا ظہر کے وقت ہو یہ کچھ ضروری نہیں بجز تین وقتوں کے اور تمام اوقات میں قضا درست ہے وہ تین وقت یہ ہیں۔ (۱) آفتاب نکلتے وقت (۲) جب آفتاب برابر ہو۔ (۳) جب آفتاب چھپنے لگے۔ البتہ اس میں اکثر لوگوں کو آسانی ہوتی ہے کہ ایک

ایک ادا نماز کے ساتھ ایک ایک نماز پڑھ لیا کریں۔

صدقہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو قیامت کے روز اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے (ایسا سانپ بڑا زہریلا ہوتا ہے) وہ اس کے گلے میں بمنزلہ طوق ڈالا جائے گا پھر وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ولاتحسبن الذین یبخلون۔ الآیۃ، (اس میں بھی مال کے طوق ہونے کا ذکر ہے) روایت کیا اس کو بخاری نے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خیالات کی عقلی طور پر اصلاح

اکثر مالدار زکوٰۃ دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، ڈرتے ہیں کہ روپیہ کم ہو جائے گا۔ صاحبو! اوّل تو اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ و صدقہ دینے سے مال کبھی کم نہیں ہوتا اس وقت اگر کسی قدر نکل جاتا ہے تو کسی موقع پر اس سے زیادہ اس میں آ جاتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

دوسرے اگر بالفرض کم ہی ہو گیا تو کیا ہے آخر اپنے حظوظ نفس میں ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہو وہ بھی تو کم ہی ہوتا ہے۔ سرکاری ٹیکس اور محصول میں بہت کچھ دینا پڑتا ہے اور نہ دو تو باغی، مجرم قرار دیئے جاؤ آخر اس میں بھی تو گھٹتا ہے۔ پھر اس کو خدائی ٹیکس سمجھو۔

تیسرے یہ کہ یہاں گو کم ہوتا ہوا نظر آتا ہے مگر وہاں جمع ہو جاتا ہے آخر

ڈاک خانہ میں بنک میں روپیہ جمع کرتے ہو تمہارے قبضہ سے تو نکل ہی جاتا ہے مگر اطمینان ہوتا ہے کہ معتبر جگہ ہے نفع بڑھتا رہتا ہے اسی طرح صاحبِ ایمان کو خداوند جلّ شانہ کے وعدوں پر اعتماد کر کے سمجھنا چاہیئے کہ وہاں جمع ہو رہا ہے اور قیامت کے دن اصل مع نفع کے ایسے موقع پر ملے گا کہ اس وقت بہت ہی سخت ضرورت ہو گی اس کے علاوہ حفاظتِ مال کے واسطے چوکیدار نوکر رکھتے ہو اس کو تنخواہ دینی پڑتی ہے باوجودیکہ یہ مقدار گھٹ جاتی ہے مگر اس ڈر سے کہ تھوڑی بچت کے واسطے کہیں سارا روپیہ چوری نہ ہو جائے۔ یہ رقم صرف کرنا گوارا کرتے ہو۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ادا کرنے کو مال کا محافظ سمجھو۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے مال ہلاک ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ فرماتے تھے کہ نہیں مخلوط ہوتی زکوٰۃ کسی مال میں کبھی ہلاک کر دیتی ہے وہ اس مال کو۔ روایت کیا اس کو شافعیؒ نے اور بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور حمیدی نے اور اس قدر انہوں نے اور زیادہ کیا ہے کہ تجھ پر زکوٰۃ واجب ہوئی اور تو نے اس کو نہ نکالا ہو سو یہ حرام اس حلال کو ہلاک کر ڈالتا ہے سو وہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے اس کو چوکیداروں کی تنخواہ ہی سمجھ لیا کرو۔ پھر یہ کہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کو کچھ نہ کچھ حاجت مندوں کے لئے خرچ کرنا پڑتا ہو۔ کاش اگر حساب کر کے خرچ کریں تو زکوٰۃ سہولت سے ادا ہو جائے۔

صدقۂ فطر ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آخر رمضان میں فرمایا کہ اپنے روزہ کا صدقہ نکالو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے۔

ایک صاع خرما ہو یا جو یا نصف صاع گیہوں ہر شخص پر خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے) اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو اس واسطے مقرر فرمایا ہے کہ روزے لغو اور فحش سے پاک ہو جائیں اور غریبوں کو کھانے کو ملے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔)

صدقۂ فطر کے مفصل مسائل کتب فقہ سے لینا چاہئیں۔

مال میں علاوہ زکوٰۃ اور بھی حقوق ہیں

رفع غلطی اکثر قانونی طبیعت کے لوگ یوں سمجھا کرتے ہیں کہ جب ہم نے زکوٰۃ ادا کر دی اب کوئی حق ہمارے ذمہ نہ رہا۔ پھر ان کی قساوت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کوئی غریب محتاج کیسا ہی بھوکا مرتا ہو اور ان بزرگ کے پاس ہزاروں روپیہ بھرا پڑا ہو مگر ان کو نہ اس پر رحم آتا ہے نہ اس کو ایک پیسہ دیتے ہیں اور اپنے زعم میں بڑے بے فکر بیٹھے ہیں کہ ہم زکوٰۃ تو ادا کر چکے ہیں اب ہمارے ذمہ کوئی حق نہیں رہا۔ یہ خیال نہایت غلط ہے خود حدیث میں موجود ہے اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ ثُمَّ تَلَا لَیْسَ الْبِرَّ الخ رواہ الترمذی و ابن ماجۃ والدارمی یعنی مال میں اور بھی حق ہے سوا زکوٰۃ کے پھر آپ نے تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی لیس البر الخ۔

وجہ تصدیق کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مال دینے کو فرمایا اس کے بعد زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا، سو معلوم ہوا کہ یہ مال کا دینا علاوہ ادائے زکوٰۃ کے ہے۔ اسی طرح احادیث کثیرہ سے اور حقوق کا ثبوت ہوتا ہے بات یہ ہے

_____ کہ حقوق مالیہ دو قسم کے ہیں، معیّن اور غیر معیّن۔ زکوٰۃ معین حق ہے جو خاص وقت میں خاص شرائط میں خاص مقدار کے ساتھ مقرر ہے۔

اور دوسرے حقوق غیر معین ہیں جن کا مدار اہل حقوق کی حاجت پر ہے۔ اس کا کوئی ضابطہ نہیں مثلاً ایک محتاج سائل جس کو ایک روپیہ کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس حاجت سے زائد ایک روپیہ موجود ہے کیا ہمارے ذمہ اس کی دستگیری ضروری نہ ہوگی بے شک ضروری ہوگی۔ اسی طرح کسی کو قرض دے دینا کوئی چیز عاریۃً دے دینا کاموں میں اعانت کرنا یہ سب بقدرِ وسعت ضروری ہے۔

روزہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کے تمام اعمال کا یہ قانون ہے کہ ایک نیکی دس حصہ سے سات سو تک بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزہ کے کہ وہ خاص میرا ہے اور اس کی جزا میں خود دوں گا۔ میری خاطر سے اپنی شہوت کو اپنے کھانے کو چھوڑ دیتا ہے۔

روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت، دوسری خوشی اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالےٰ کے نزدیک خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ ڈھال ہے۔

اور جب تم میں کوئی روزہ رکھے تو فحش باتیں نہ کرے اور شور و غل نہ مچاوے اگر کوئی گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو یوں کہہ دینا چاہیئے کہ بھائی میرا تو روزہ ہے۔(روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

روزوں میں کوتاہی کرنیوالوں کی اصلاح اور بے شمار حدیثیں روزہ کے فضائل اور ترک روزہ کی برائی میں وارد ہیں۔ افسوس اس زمانے میں اکثر اہلِ

تنعم روزہ سے جی چراتے ہیں کہتے ہیں بھوک پیاس کی تاب نہیں ہوتی۔ بڑے تعجب کی بات ہے اگر حکیم صاحب کسی بیماری میں فرمائیں کہ چار وقت کا فاقہ کرنا نہیں تو مر جاؤ گے تو حضرت چار وقت کی جگہ احتیاطاً پانچ وقت کا فاقہ خوشی سے کرنے کو تیار و مستعد ہو جاویں گے۔ افسوس خدا کا حکم حکیم کے حکم کے برابر بھی نہ ہوا افسوس حیوٰۃ اخرویہ کی قدر حیوٰۃ دنیویہ کے برابر بھی نہ ہوئی۔ یا اللہ ہمارے بھائیوں کو نیک سمجھ نصیب فرما اور نفس و شیطان کے غلبہ کو ان سے رفع فرما۔ تقسیم روزہ تین طرح پر ہے (۱) فرض ہے رمضان شریف کا اور نذر کا اور کفارہ کا اور قضا کا اور بدل بدی کا۔ (۲) نفل ہے جس میں شش روزہ ماہ عید الفطر کے عید ذی الحجہ کے نو دن، روزہ یوم عاشورہ کے شعبان کی پندرھویں معین ہیں۔ (۳) اور باقی غیر معین ممنوع۔ عید بقرہ عید تین روز بقر عید کے۔

حج و عمرہ ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے لئے یہ چیزیں حج سے مانع نہ ہوں کھلی محتاجی یا ظالم بادشاہ یا کوئی بیماری جس سے جا نہ سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو وہ قبول فرماتے ہیں اگر یہ لوگ استغفار کرتے ہیں تو وہ مغفرت فرماتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔)

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے کو یا جہاد کرنے کو گھر سے نکلا پھر وہ راہ ہی میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ثواب حاجی اور معتمر اور غازی کا لکھتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔)

حج کے متعلق بعض غلط خیالات کی اصلاح روپیہ والے اکثر حج میں بھی کوتاہی کرتے ہیں کوئی اپنے کاروبار کا بہانہ کرتا ہے کوئی سمندر سے ہول کھاتا ہے۔ کوئی بدوؤں کو ملک الموت سمجھتا ہے۔

صاحبو! یہ تمام حیلے بہانے محض اس وجہ سے ہیں کہ حج کی وقعت دل میں نہیں حاضری دربار خداوندی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہے ورنہ کوئی چیز بھی سدِ راہ نہ ہوتی ادنیٰ سی مثال سے عرض کرتا ہوں۔

اگر ملکہ معظمہ اپنے پاس سے خرچ راہ بھیج کر آپ کی طلبی کا ایک اعزازی فرمان آپ کے پاس بھیجیں۔ قسم کھا کر فرمائیے آپ جواب میں یہ فرمائیں گے کہ صاحب میرے مکان میں کوئی کاروبار دیکھنے والا نہیں میں نہیں آسکتا یا مجھے تو سمندر سے ڈر لگتا ہے اس لئے معذور ہوں یا راہ میں فلاں مقام پر لوٹ مار ہوتی ہے۔ میں جانا خلافِ احتیاط سمجھتا ہوں۔ جناب عالی کوئی حیلہ کرنے کو دل نہ چاہے گا۔ تمام ضرورتیں اور عذر چولہے میں ڈال دوگے اور نہایت شوق و مسرت سے جس طرح بن پڑے گا افتاں و خیزاں دوڑے جاؤگے اور ساری مشکلیں آسان نظر آئیں گی۔

بات یہ ہے کہ ارادہ سے تمام کام سہل ہو جاتے ہیں اور جب ہمت اور ارادہ ہی پست کر دو تو آسان کام بھی مشکل نظر آتے ہیں بالخصوص بدوؤں کا بدنام کرنا بالکل ہی ناواقفیت ہے جو لوگ حج کر کے آئے ہیں اور کسی قدر حالات و اقعیہ کی تحقیق کا شوق بھی ان کے دل میں ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ بدوؤں کی کوئی نئی حالت نہیں ہے نہ کوئی نیا واقعہ پیش آتا ہے جو اتفاق ہندوستان میں پیش آتے ہیں اور جو اسباب ان کے پیش آنے کے ہیں وہی اتفاقات و اسباب وہاں ہیں۔ یہاں

گاڑی بانوں کو دیکھ لیجیے کہ ان کو ذرا بات چیت سے کھانے سے تمباکو سے ذرا خوش رکھیے غلام بن جاتے ہیں اور اگر سختی کیجیے گالی دیجیے کہیں گاڑی الٹ دیں گے کہیں پریشان کریں گے علیٰ ہذا باوجود اس انتظام شدید کے بارہا تھوڑے ہی میدان میں اسٹیشن سے شہر کو آتے ہوئے حادثے ہو جاتے ہیں. واردائیں ہوتی ہیں ایسا ہی وہاں سمجھ لیجیے بلکہ وہاں کی حالت کے اعتبار سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کوئی چوکی نہیں پہرہ نہیں پھر واقعات کی کمی بالکل تعجب ہے اور جس قدر ہوتا ہے وہ بھی مسافرین کی بے انتظامی و بے احتیاطی سے ہوتا ہے ورنہ ہر طرح سے سلامتی ہے عافیت ہے.

اکثر لوگوں کو ان واقعات کے سخت معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجنبی ملک اجنبی زبان اس لئے برداشت نہیں ہوتی اور سب گفتگو کے بعد میں کہتا ہوں اچھا سب کچھ ہوتا ہے پھر کیا ہوا ایک آدمی کسی کے عشق میں تمام ذِلت وکلفت گوارا کرتا ہے کیا خدائی محبوب کا اتنا بھی حق نہیں ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئ گلگوں باشی[1] ؛ بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

در رہِ منزلِ لیلےٰ کہ خطرہاست بجان[2] ؛ شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی

مشورۂ حجاج (نصیحت) حجاج کو چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے.

اوّل: سفر میں خصوصًا جہاز میں نماز قضا نہ کرے. بڑی بری بات ہے کہ ایک فرض کے لئے اتنے فرض اڑا دیئے جائیں.

دوم: سفر میں نہ کسی سے تکرار کریں نہ کسی پر اعتماد.

---

[1] اے دل یہ بہتر ہے کہ (محبت کی) شراب سے مست ہو جائے. بغیر سونے اور خزانے کے قارون سے زیادہ بارعب ہو جائے. [2] لیلیٰ (محبوبہ) کی راہ جس میں جان کو بہت خطرے ہیں اس کی شرط اوّل یہ ہے کہ تو مجنوں ہو جائے.

سوم :۔ مطوّف ایسے شخص کو مقرر کریں جو مسائل کو بخوبی جانتا ہو اور امین اور خیر خواہ ہو ۔

چہارم :۔ خرچ کافی لے جاویں اور خرچ کرنے میں نہ بخل کریں کہ طرح طرح کی مصیبت جھیلنی پڑے نہ اسراف کریں کہ محتاج ہو کر پریشان ہوں ۔

پنجم :۔ قافلہ سے باہر ہرگز کسی وقت نہ جائیں ۔

ششم :۔ بدؤں کو کہ قلیل پر قانع ہو جاتے ہیں خوش رکھیں ۔

ہفتم :۔ اس سفر کو سفر عشق سمجھیں ۔

اعتکاف حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دی، پھر آپ کی بیبیاں اعتکاف کرتی تھیں آپؐ کے بعد ۔(روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ۔)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے حق میں فرمایا کہ وہ تمام گناہوں سے رُکا رہتا ہے اور اس کو نیکیوں کا اتنا ثواب ملتا ہے جیسے تمام نیکیاں کرنے والے کو ۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ۔)

غرض اعتکاف فائدہ اعتکاف سے بقول اہل تحقیق یہ ہے کہ شب قدر کو اس میں تلاش کیا جائے کیونکہ اکثر احادیث کے موافق یہ شب عشرہ اخیر میں ہوتی ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے ۔ چنانچہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رمضان شریف کا مہینہ داخل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے اور اس میں ایک شب ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۔

یہی شب قدر ہے جو اس سے محروم رہا وہ تمام خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم رہے گا جو بالکل ہی محروم ہو۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ۔)

بعض لوگ اعتکاف کے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ دس روز تک مسجد میں مقید رہے چاہے وہاں بیٹھ کر دنیا بھر کے خرافات میں مشغول رہے ایسا اعتکاف تو محض صورت بے معنی ہے۔ مغز اعتکاف کا ذکر و فکر مشغولی عبادت اور توبہ و استغفار و انتظار صلوٰۃ وغیرہ امور ہیں۔ اپنی اوقات ان امور میں مشغول رکھنا چاہیئے۔ اور طاق راتوں میں شب قدر کا غالب احتمال ہے جس قدر ممکن ہو اس میں شب بیداری کرے اور یہ ضروری نہیں کہ تمام شب جاگے خواہ زبان بھی لڑکھڑائے۔ رکوع سجدہ میں سہو بھی ہوتا جائے۔ نیند کے جھونکے سے گر بھی پڑے۔ اگر ایسی حالت ہو تو تھوڑی دیر کے لئے سو رہنا چاہیئے۔ شریعت کا یہ حکم نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو بلکہ اصلی منشاء یہ ہے کہ غفلت و کاہلی و اعراض و نسیان نہ ہونا چاہیئے۔ ادھر کی دھن لگی رہے اور اپنی کوشش بھر کوتاہی نہ کرے اور تکان کے وقت بے تکلف آرام کرے۔ ایسا آرام بھی عبادت سے درجہ میں کم نہیں ہے۔

ہجرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی دنوں میں ایسی حالت ہو جائے گی کہ مسلمان کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے پیچھے پھرتا ہو، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کے موقعوں پر اپنے دین کو لئے ہوئے بھاگا ہوا پھرتا ہے فتنوں سے (روایت کیا اس کو بخاری نے)

عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ ہجرت منہدم کر دیتی ہے ان گناہوں کو جو اس سے پہلے ہو چکے ہوں (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ف :۔ اگر کسی شہر میں یا کسی محلہ میں یا کسی مجمع میں دین کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو وہاں سے بشرط قدرت علیحدگی واجب ہے۔ البتہ اگر یہ شخص عالم مقتدا ہے اور لوگوں کو اس سے دینی حاجت واقع ہوتی ہے تو ان میں رہ کر صبر کرے اور اگر کوئی اس کو پوچھتا ہی نہیں نہ ان کی اصلاح کی امید ہے تو پھر بھی بہتر ہے کہ ان سے علیحدہ ہو جائے۔

وفاءِ نذر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نذر کرے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اطاعت کرنا چاہیئے اور جو نذر کرے کہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو نافرمانی نہ کرے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے۔)

یعنی جو نذر موافق شرع کے ہو اس کو پورا کرے اور جو شرع کے خلاف ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں مثلاً کسی نے منت مانی کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو ناچ کا جلسہ کروں گا، یہ بے ہودہ نذر ہے، اس کا پورا کرنا جائز نہیں۔

بعضے مروج اور ممنوع نذریں اسی طرح اس زمانے میں بہت سے اُمور مکروہ و بدعت کی نذر مانی جاتی ہے۔ عوام بالخصوص مستورات اس میں زیادہ مبتلا ہیں۔ امام حسینؓ کا فقیر بنانا کسی کے نام کی چوٹی رکھنا یا بالی پہنانا کسی مزار پہ غلاف بھیجنا شیخ سدو کا بکرا کرنا خدائی رات کرنا جیسی آج کل ہوتی ہے۔ مشکل کشا کا روزہ رکھنا اور بہت سی واہی تباہی باتیں مشہور و معروف ہیں جن کی شریعت میں کچھ بھی

اصل نہیں بلکہ کلیۃً یا جزئیۃً ممانعت آئی ہے۔ بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض پڑھے لکھے لوگ ان رسوم کے حامی و ناصر ہیں بالخصوص شیخ سدو کے بکرے کو حلال و طیب سمجھنے والے تو بکثرت ہیں۔

صاحبو! قرآن مجید میں صاف لفظ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ موجود ہے۔ اہلال عربی لغت ہے کتب لغت میں دیکھنا چاہیئے۔ حلت و حرمت مسئلہ فقہیہ ہے۔ کتب فقہ درمختار وغیرہ میں ملاحظہ فرمانا چاہیئے اور اہلال کی بعض تفاسیر میں جو ذبح کے ساتھ تفسیر کی ہے باعتبار عادت اس زمانے کے ہے۔ بعض آیات میں جو تحریم سے نہی آئی ہے وہ بمعنی ارتکاب سبب حرمت ہے۔ نہ اعتقاد حرمت۔ فافہم۔

حفظ یمین و آداب آن

فرمایا اللہ جل شانہٗ نے وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ یعنی سنبھالا کرو اپنی قسموں کو۔ حفظِ قسم میں کئی چیزیں آگئیں۔

اوّل یہ کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائے چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

مراد مشرک عملی ہے یعنی یہ مشرکوں کا عمل ہے اکثر آج کل بیٹے کی باپ قسم کھایا کرتے ہیں اس سے بہت احتیاط چاہیئے یا بعض لوگ یوں قسم کھاتے ہیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایمان مجھ کو نصیب نہ ہو اس کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر جھوٹا ہے تب تو ایمان جاتا رہا اور اگر سچا ہے تب بھی صحیح و سلامت اسلام کی طرف نہ آئے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔)

دوم یہ کہ اللہ کی قسم کھاوے تو سچ کھاوے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی قسم مت کھاؤ مگر جس حالت میں سچے ہو۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور نسائی نے ۔)

سوم : یہ کہ زیادہ قسم نہ کھائے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ نون میں حلّاف کو اوصافِ ذم میں یاد فرمایا ہے۔

چہارم : یہ کہ اگر شرع کے موافق کسی امر پر قسم کھائی ہے تو اس کو پورا کرے۔ اور اگر خلاف شرع ہے مثلاً کسی گناہ پر قسم کھائی ہے کہ فلاں پر ظلم کروں گا یا کسی کا حق تلف ہوتا ہے مثلاً قسم کھائی ہے کہ باپ یا بھائی یا کسی اور مسلمان سے نہ بولوں گا یا فلاں حقدار کو کچھ نہ دوں گا ۔ایسی قسم کو توڑ ڈالے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر دوسری بات اس سے اچھی نظر آئے تو اپنی قسم کا کفارہ دے۔ اور اس کام کو کرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

پنجم یہ کہ کسی کا حق مارنے کے واسطے پھیر اور پیچ کی قسم نہ کھائے البتہ اگر اس پر ظلم ہوتا ہو تو جائز ہے مثلاً تمہارے ذمّہ زید کا کچھ روپیہ آتا ہے تو تم قسم اس طرح کھانا چاہو کہ جھوٹی بھی نہ ہو اور روپیہ بھی نہ دینا پڑے مثلاً یوں کہو کہ میرے پاس تمہارا روپیہ نہیں ہے اور تمہارا مطلب یہ ہو کہ اس وقت ہماری جیب میں نہیں ہے۔ یہ حیلہ گناہ ہے۔ البتہ اگر کوئی ظالم چور ڈاکو تمہارے گھر کا دفینہ خزینہ بجبر دریافت کرے تو اس وقت ایسی تاویل سے قسم کھا لینا کہ میرے پاس تو ایک آدھی بھی نہیں ہے۔ مجھے کیوں تنگ کرتے ہو تو یہ جائز

ہے بلکہ اکثر علمائے محققین کے نزدیک ایسے وقت میں صریح جھوٹ بھی جائز ہے۔

ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم کھانے والے کی نیت پر قسم واقع ہوتی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

رفع غلطی و کفارہ قسم واقسام آں

کفارہ کی کئی قسمیں ہیں۔ کفارۂ یمین کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار، کفارۂ رمضان یہ سب قسمیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔

کفارۂ یمین: کفارۂ قسم کو کہتے ہیں یعنی اگر قسم ٹوٹ جائے تو یا دس مسکین کو کھانا دو وقت پیٹ بھر کر کھلا دے یا ان کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے دے یا ایک غلام آزاد کر دے ان تینوں میں اختیار ہے کہ جو چاہے ادا کرے۔ جب ان تینوں امر سے عاجز ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو اس وقت تین روزہ لگاتار رکھے۔ اکثر لوگ تین روزوں پر ٹال دیتے ہیں اگرچہ کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتے ہوں یہ جائز نہیں ہے اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا اور اگر دس کو فی مسکین نصف صاع گیہوں جو ۸۰ کے سیر سے پونے دو سیر ہوتے ہیں یا اس کے دام دے دے تب بھی بجائے کھلانے کے ہے۔

کفارۂ قتل: اگر بھول چوک سے کوئی خون ہو جاوے تو اس میں علاوہ دیت یعنی خون بہا کے جس کے احکام و مقدار کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یہ توبہ کی تکمیل کے لئے ہے۔

کفارۂ ظہار: اگر بیوی کو اپنے محرمات ابدیہ میں سے کسی کے عضوِ محرم کے ساتھ تشبیہ دی جائے اس کو ظہار کہتے ہیں۔ وہ عورت اس پر

حرام ہوتی ہے جب تک کفارہ نہ دے کفارہ اس کا یہ ہے کہ اوّل ایک غلام آزاد کردے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ لگاتار روزے رکھے۔ اگر اس پہ بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلادے اب وہ عورت بدستور حلال ہو جاتی گی۔

کفارۂ رمضان: کوئی روزہ قصداً بلا عذر افطار کر دیا جائے تو علاوہ قضا کے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور یہ کفارہ اور اس کی ترتیب بالکل مثل کفارۂ ظہار کے ہے۔

تنبیہ: روزوں میں لگاتار ہونا شرط ہے اگر ایک روزہ بھی خواہ بعذر یا بلا عذر درمیان میں رہ جاتے تو از سر نو پھر سلسلہ شروع کرنا پڑے گا البتہ عورت کے لئے حیض کا آجانا عذرِ مقبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ پاک ہوتے ہی فوراً شروع کردے۔ اگر پاک ہونے کے بعد ایک روز کی بھی غفلت ہوگی تو پھر از سر نو شروع کرنا پڑے گا اور نفاس عذر نہیں ہے یعنی بعد فراغ نفاس پھر از سر نو سلسلہ شروع کرنا پڑے گا۔

بدن چھپانا ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو وہ حمام میں بے لنگی باندھے نہ جاوے۔
(روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

اور معاویہ بن حیدہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے چھپانے کا بدن ہم کس موقع پر چھپا دیں اور کس موقع پر ویسے ہی چھوڑ دیں) آپؐ نے فرمایا سب سے اپنے ستر کو محفوظ رکھو بجز بی بی

کے یا لونڈی کے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے (یعنی ہر وقت ایک جگہ رہنے سے محافظت مشکل ہے) آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے یہ بات ہو سکے تو اس کو کوئی نہ دیکھے تو ایسا ہی کرو۔ انہوں نے سوال کیا کہ کبھی آدمی تنہائی میں ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا مناسب ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

پردہ کے ضروری احکام | یہ جو فرمایا کہ بے لنگی باندھے حمام میں نہ جائے وجہ اس کی یہ ہے کہ حمام میں کئی کئی آدمی یکجا غسل کرتے ہیں۔ اس لئے پردہ واجب ہے اور لونڈی سے جو بے پردہ ہونے کی اجازت دی اس سے مراد وہ لونڈی نہیں جو ہندوستان میں اکثر بڑے گھروں میں پائی جاتی ہے کیونکہ یہ تو شرعی قاعدہ سے آزاد ہیں نہ ان سے جبراً خدمت لینا جائز ہے نہ ان سے خلوت اور صحبت کی اجازت۔ بالکل اجنبی آزاد عورت کے مثل ہیں۔ نوکروں کی طرح ان سے برتاؤ کرنا چاہیئے، خدمت بھی رضامندی سے (خواہ تنخواہ پر رضامند ہوں یا کھانے کپڑے پر) ہونا چاہیئے اور ان کو اختیار ہے جس سے چاہیں نکاح کریں۔ جب چاہیں جہاں چاہیں چلی جائیں۔ ان پر کوئی بس نہیں ہے۔

اور حدیث مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا (خواہ کل بدن سے یا بعض بدن سے جس کا چھپانا مجمع میں واجب ہے) جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے اور ملائکہ سے حیا کرنا چاہیئے۔ کتب فقہ میں بدن چھپانے کے مسائل بہ تفصیل لکھے ہیں۔ یہاں اس قدر سمجھ لینا ضروری ہے کہ مرد کو ناف سے گھٹنے تک بدن ڈھانکنا ضروری ہے اور عورت کو سر سے

پاؤں تک۔ ہاں جس کو نامحرم کے روبرو کسی ضرورت سے سامنے آنا پڑتا ہو اس کا چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹے تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک کھولنا جائز ہے۔ اس صورت میں اگر بدنگاہ سے کوئی دیکھے گا وہ گنہگار ہوگا۔ اس پر کوئی الزام نہیں لیکن اور تمام بدن موٹے کپڑے سے اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ یہ کپڑا سفید اور سادہ ہو مکلف نہ ہو۔ ڈھکا ہونا چاہیئے۔ خوشبو وغیرہ بھی نامحرم کے روبرو لگا کر نہ آنا چاہیئے۔ زیور جہاں تک ممکن ہو چھپا ہوا ہو۔ بہت باتیں بالخصوص بے تکلفی اور لطف کی باتیں غیر محرم سے نہ کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز بضرورت جائز ہے وہ زائد از ضرورت ممنوع ہے۔ اے مردو! اور اے بیبیو! ان باتوں کی خوب احتیاط رکھو۔ دیکھو اللہ و رسول تم پر بہت شفیق ہیں جس چیز سے منع کیا ہے اس کے ماننے سے سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اس زمانہ میں نہ بدن کا پردہ ہے نہ آواز کا پھر دیکھو طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

قربانی | زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا سنّت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کو اس میں کیا ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا اور اون والے جانور میں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اس میں بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ نے۔)

غلطی مہتمین مدارس در صرف قیمت چرم قربانی

اور بہت احادیث فضائل قربانی میں وارد ہیں اور گوشت پوست قربانی کا خواہ اپنے کام میں لائے خواہ کسی کو ہدیۃً یا صدقۃً دے۔ مالک کو اختیار ہے لیکن فروخت کرکے اپنے کام میں لانا جائز نہیں اور اگر فروخت کیا تو اس کا مصرف مثل زکوٰۃ کے ہے اسی طرح جو مالک کا نائب و وکیل ہے اس کو بھی اس قاعدہ کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

اکثر مدارس عربیہ میں قربانی کی کھال کے داموں کو مہتمم جہاں مدرسہ میں ضرورت ہوتی ہے صرف کر ڈالتا ہے۔ یہ بے احتیاطی ہے۔ صرف مصارف زکوٰۃ میں اس کو صرف کرنا چاہیئے۔

تجہیز و تکفین و صلوٰۃ و دفن جابرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلے بسبب ایمان اور طلب ثواب کے اور برابر اس کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو جائے تو وہ شخص دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ ایک ایک قیراط اُحد کے پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص اس پر نماز پڑھے اور قبل دفن چلا آئے تو اس کو ایک قیراط ملے گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

ف: اکثر لوگ جنازہ کی نماز اور اس کے ساتھ مقبرہ تک جانے میں کاہلی کرتے ہیں اور بہت بڑے اجر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس سستی کا یہاں تک نتیجہ ہوتا ہے کہ بعض جنازے کے ساتھ چار آدمی مصیبت سے ملتے ہیں اگر مقبرہ دور ہو ان کو وہاں تک لے جانا مصیبت ہوتا ہے۔

صاحبو! یہ سب مسلمانوں کے ذمہ حق ہے اس میں کوتاہی کرنے سے کوئی اکیلا گنہگار نہ ہوگا سب سے دار و گیر ہوگی۔

ف: جو دعائیں جنازہ کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہیں ہم ان کو نقل کئے دیتے ہیں کہ ان کا پڑھنا جنازہ پر موجب اتباعِ سنّت اور فائدہ بخش میت اور سبب افزونی ثواب مصلی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ؛

دیگر: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ
وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ
اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ ؕ

دیگر: اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ
جَوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ
وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ
وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ

دیگر: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا
اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ
بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهٗ ؕ

ادائے دَین عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا سب چیز کا کفارہ ہو جاتا ہے مگر دین۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

مقدمہ قرض میں بے احتیاطیاں صاحبو! شہادت سے بڑھ کر کیا چیز ہے جب دَین اس سے بھی معاف نہ ہوا اور کس عمل سے معاف ہوگا اس سے دَین کی بڑی سختی معلوم ہوتی ہے۔ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اس مقدمہ میں کئی بد پرہیزیاں ہوتی ہیں۔

پہلی:۔ بلا ضرورت کسی کا مدیون ہو جانا۔ اکثر ایسے ہی ہوتا ہے کہ فضولیات کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کے مارے

قرض لیتے ہوں اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے۔ اکثر مالدار اہل جائداد کو ملتا ہے۔ تو فرمائیے اس پر کیا بلا نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرضدار ہوا۔ اور قرض داری بھی یا تو کسی شادی میں برباد کرنے کو یا کوئی عالی شان محل تیار کرنے کو یا رسومِ غمی میں جو اکثر خلافِ عقل اور خلافِ شرع میں اڑانے کو۔ غرض نام آوری کے کاموں میں صرف کرنے کو قرض ہوتا ہے۔ پھر خدا کے فضل سے نام بھی نصیب نہیں ہوتا اور اگر نام بھی ہوا تو اس کی کیا قیمت ہے اور پھر کل کو اس سے بڑھ کر جو بدنامی ہوگی اس کی کچھ پروا نہیں۔

دوسری:۔ بدپرہیزی یہ کہ اپنے زیور یا جائیداد محفوظ رکھنا اور دوسروں سے قرض لینا اکثر سودی قرض ملتا ہے۔ چند روز میں دوگنے چوگنے ہو کر وہ تمام زیور اور جائیداد برباد ہو جاتی ہے اور خسارہ اور گناہ رہا کھاتے ہیں۔ بس اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو ہرگز موجود چیز کی محبت نہ کرے۔ خدائے تعالیٰ پھر عطا فرمائیں گے۔ اپنی راحت و عافیت کے مقابلے میں زیور و جائیداد کیا بلا ہے۔

تیسری:۔ بدپرہیزی یہ کہ لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اس کا خیال رکھیں۔ تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہیں اپنے بعض غیر ضروری مصارف کو روک کر اپنی آمدنی میں سے پس انداز کر کے کچھ کچھ پہنچاتے رہیں۔ بدنام ہوتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں نادہند متصور ہو جاتے ہیں۔ اعتبار جاتا رہتا ہے لوگ معاملہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور سب سے خطرہ یہ کہ مواخذۂ آخرت سر پہ۔ البتہ جو سخت ضرورت میں قرض لے اور ادا کی پوری فکر ہو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے دَین کے ذمّہ دار ہیں خواہ دنیا میں ادا کریں یا آخرت میں صاحب

حق کو راضی کر دیں۔

صدق فی المعاملہ ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجر دیانت دار ہمراہ ہوگا انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ اگر بائع و مشتری سچ بولیں اور اپنے اپنے مال کے عیب و صواب کو ظاہر کر دیں تو ان کے لئے بیع میں برکت ہوتی ہے۔ اگر پوشیدہ رکھیں اور جھوٹ بولیں شادی جاتی ہے برکت ان دونوں کے معاملہ کی۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

عبداللہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب کرنا کسب حلال کا فرض ہے، فرض معہود (نماز روزہ وغیرہ کے (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔)

نافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! کون سی کمائی سب سے زیادہ پاک ہے آپ نے فرمایا دستکاری اور وہ تجارت جو دغا فریب سے خالی ہو۔ (روایت کیا اس کو احمد نے۔)

جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ گوشت جو بڑھا ہو حرام سے اس کے لائق تو دوزخ ہی ہے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔)

جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس شخص پر کہ نرم ہو بیچنے کے وقت اور خریدنے کے وقت اور

اپنا حق مانگنے کے وقت ۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے ۔)

ف: ان احادیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ۔

اوّل: یہ کہ کسب حلال فرض ہے یعنی جس کے لئے کوئی طریق حلال معاش کا بجز کسب کے نہ ہو۔

دوسرے: یہ کہ سب کمائیوں میں بہتر دو چیزیں ہیں دستکاری اور تجارت یعنی غریبوں کے لئے دستکاری اور مالداروں کے لئے تجارت ۔

تیسرے: یہ کہ معاملہ میں صدق و امانت کا لحاظ رکھیں، دغا فریب نہ کریں ورنہ اس میں برکت نہیں ہوتی ۔

چوتھے: یہ کہ معاملات میں زیادہ تنگی نہ کیا کریں کہ ایک ایک کوڑی پر رال ٹپکاتے پھریں یا ذرا سے مطالبہ کے لئے دوسرے کی جان کھا جادیں ۔ آدمیت اور مروّت بھی کوئی چیز ہے ۔

پانچویں: یہ کہ حرام خوری کا انجام آتش دوزخ ہے ۔

معاملات فاسدہ و باطلہ کی تفصیل کتب فقہ و علماء سے تحقیق کر لینا ضروری ہے دو چار کے نام جو کثرت سے پھیل رہے ہیں لکھے دیتا ہوں ۔

(۱) کسی چیز پر کئی آدمیوں کا مل کر چٹھی ڈالنا ۔

(۲) سود لینا دینا اس میں بنک اور ڈاک خانہ کا منافع بھی آگیا ۔

(۳) ابھی مال اپنے قبضے میں نہیں آیا فقط بیچک آنے پر معاملہ کر لینا ۔

(۴) تصویر دار کتاب یا موضوع قصہ جس میں کسی نبی یا اہل بیت و صحابہؓ کی طرف نسبت ہو چھاپنا ۔

(۵) سنار یا صراف وغیرہ سے چاندی یا سونے کا زیور کم و بیش چاندی یا سونے سے یا اُدھار خریدنا، بیچنا۔

(۶) روپیہ کے کچھ پیسے اب لے کر کچھ دوسرے وقت لینا۔

ادائے شہادت فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو چھپائے گا گواہی کو سو اس کا دل گنہگار ہوگا۔

زید بن خالد سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم کو خبر نہ کردوں سب سے اچھے" گواہ کی یہ وہ شخص ہے جو گواہی دے دے قبل اس کے کہ اس سے درخواست کی جائے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

جھوٹی گواہی اور جھوٹی نالش کی برائی اور ایسے مقدمہ میں وکیل بننا

اس مذکورہ آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ گواہی کا چھپانا درست نہیں بلکہ اگر ایک شخص کا حق ضائع ہو رہا ہے اور اس شخص کو گواہ نہیں ملتے اور ہم کو اس واقعہ کی اطلاع اور مشاہدہ ہے اور اس شخص کو یہ بات معلوم نہیں کہ میرے واقعہ سے واقف ہیں ایسے وقت میں خود گواہی دینے کو مستعد ہو جانا چاہیئے اور اس کی درخواست کا انتظار نہ کرے کیوں کہ اس کو ہمارا شاہد ہونا معلوم نہیں اس وجہ سے درخواست نہیں کرتا البتہ اگر بعد ہمارے جتلا دینے کے پھر وہ ہماری گواہی نہ چاہے تو خواہ مخواہ عدالت میں خود حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری نہیں اور یہ حکم سچی گواہی کا ہے اور جھوٹی گواہی جیسا کہ آج کل بکثرت رائج ہے بڑا گناہ ہے۔

خریم بن فاتک رضؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپؐ فارغ ہوئے سو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے (یعنی قرآن مجید میں) آپؐ نے اس کو تین بار فرمایا پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ الخ یعنی بچو تم پلید چیز سے یعنی بتوں سے اور جھوٹ بات سے۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔)

اس آیت میں شرک اور قول زُور کو ایک جگہ لاتے ہیں سو معلوم ہوا کہ دونوں میں کچھ مناسبت ہے اسی طرح جھوٹا مقدمہ نالش دائر کرنا یا جھوٹا حلف کرنا نہایت وبالِ عظیم ہے۔

ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دعویٰ کرے ایسے حق کا جو واقع میں اس کا نہ ہو سو وہ شخص ہم میں سے نہیں رہا اور اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

اور ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دعویٰ کرے ایسے حق کا جو واقع میں اس کا نہ ہو سو وہ شخص ہم میں سے نہیں رہا اور اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

اور ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قطع کرے حق کسی مسلمان کا (یہ قید اتفاقی ہے حق محترم سب کا برابر ہے) اپنے حلف سے سو تحقیق واجب کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ کو اور حرام کرے گا اس پر جنت کو۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز

ہو یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اگرچہ پیلو کی لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

اسی طرح جھوٹے مقدمہ کا وکیل بننا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا۔ الخ

تعفف بانکاح ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے جماعت جوانوں کی جو شخص تم میں بی بی کو رکھ سکے (یعنی نان و نفقہ بھی اور صحبت پر بھی قادر ہو) تو وہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

ف:۔ اور جس شخص کو قدرت یا حاجت نہ ہو اس کو نکاح کرنا ضروری نہیں۔

ادائے حقوق عیال ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کرو اس شخص سے جو تمہارے عیال میں ہو۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

اور ارشاد فرمایا سب سے افضل وہ دینار ہے جس کو آدمی اپنے عیال پر خرچ کرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

اور ارشاد فرمایا کافی ہے آدمی گنہگار ہونے کے لئے یہ کہ ضائع کردے اس شخص کو جس کا قُوت اس کے ذمہ ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔)

ف: اگر آدمی کے پاس زیادہ مال نہ ہو تو غیروں کی نسبت عیال کا زیادہ حق ہے ایسی سخاوت شرعاً محمود نہیں کہ اپنے تو ترستے رہیں دوسروں کو بھرتا رہے البتہ اگر سب کی خدمت کرسکتا ہے تو سبحان اللہ اس سے بہتر کیا چیز ہے۔

ف: اور غلام نوکر خدمت گار بھی عیال کے حکم میں ہیں۔ ان کی مدارات و

مواسات بھی ضرور ہے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں خادم سے کس قدر معاف کیا کروں فرمایا ہر روز ستّر مرتبہ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

مراد یہ ہے کہ ہر بات میں اس پر سختی کرنا اور اس سے تنگ ہونا نہ چاہیئے جس آدمی سے بہت سی راحت پہنچتی ہے۔ اگر ایک آدھ تکلیف بھی ہو جائے تو صبر کرے اور اس کو معذور سمجھے۔

خدمتِ والدین ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا والدین کے راضی ہونے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ (ترمذی)

ابن مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ سب سے بڑھ کر عمل کون سا ہے۔ فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر۔ انہوں نے عرض کیا پھر کون سا عمل، آپؐ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا۔ انہوں نے عرض کیا پھر کون سا عمل۔ آپؐ نے فرمایا جہاد کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

ف: اور بہت سی آیات و احادیث اس باب میں وارد ہیں آج کل اس میں بہت کوتاہی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور نیک توفیق عطا فرمائیں۔

تربیّتِ اولاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں کہ ان کو علم و ادب سکھلادے اور ان کی پرورش کرے اور ان پر مہربانی کرے اس کے لئے ضرور جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے ادب میں) اور بخاری نے ادب میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جیسا کہ تمہارے والد کا تم پر حق ہے اسی طرح تمہاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے۔

ف : چونکہ اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اس لئے اس حق کے بیان کرنے میں شریعت نے زیادہ اہتمام نہیں فرمایا اور لڑکیوں کو چونکہ حقیر سمجھتے ہیں اس لئے ان کی تربیت کی فضیلت بیان فرمائی۔

صلۂ رحم ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت میں داخل نہ ہوگا جو شخص ناتہ داروں سے بدسلوکی کرے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے۔)

اطاعت آقا غلام جب خیر خواہی کرے اپنے آقا کی اور اچھی طرح بجالاوے عبادت اپنے پروردگار کی سو اس کو دُہرا ثواب ملے گا۔ (بخاری)

حکومت میں عدل کرنا ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرماویں گے۔ ایک ان میں سے حاکم عادل ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

اتباعِ جماعت ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کو پانچ چیزوں کا حکم کرتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا ہے۔ سننا، ماننا، اشاعت دین کرنا، ہجرت کرنا، جماعت کے ساتھ رہنا کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی نکلا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا مگر یہ کہ پھر جماعت میں چلا آوے (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائیؒ نے)

ف : یعنی عقائد و اعمال میں جماعت اہل حق کی متابعت کرے اور علامت اہل حق ہونے کی یہ ہے کہ وہ جماعت کتاب و سنت کے موافق چلتے ہوں اور موافقت کتاب و سنت کی کھلی علامت سلف صالحین کے ساتھ تشبہ ہے جس قدر صحابہؓ و تابعینؒ کے ساتھ مشابہت ہوگی۔ اس کو کتاب و سنت سے زیادہ موافقت ہوگی۔

اطاعت حاکم | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کہنا سنیو اور مانیو۔ اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔)

ف: اگرچہ حبشی غلام قاعدۂ شرعیہ سے امام و خلیفہ نہیں ہو سکتا مگر شرع میں جس طرح امام و خلیفہ کی اطاعت واجب ہے اسی طرح سلطان کی بھی یعنی جس کو تسلّط و شوکت حاصل ہو جائے اور مسلمان اس کے سایۂ حمایت میں امن و عافیت سے رہ سکیں۔ سو سلطان ہونے کے لئے وہ شرائط نہیں جو امامت و خلافت کے لئے ہیں البتہ اسلام شرط ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ الآیۃ۔

اور اگر کافر حاکم سے معاہدہ ہو جاوے اس معاہدہ کا پورا کرنا واجب ہے لقولہ تعالیٰ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ الخ البتہ اگر شرعی ضرورت اس عہد کے توڑنے کی ہو تو اس کو اوّل اطلاع اس معاہدہ کے اُٹھ جانے کی کر دے لقولہ تعالیٰ فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ ورنہ غدر کا سخت گناہ ہے۔ لقولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ۔

اصلاح باہمی | فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر دو جماعتیں مسلمانوں میں سے لڑنے لگیں تو اصلاح کر دو ان کے درمیان۔ پھر بھی اگر ایک زیادتی کرے دوسرے پر اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ لوٹ آوے خدائے تعالیٰ کی طرف۔ فقط

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ اوّل لڑائی کرنے والوں میں صلح کی کوشش کرو۔ دوسری یہ کہ اگر پھر بھی ایک ظلم پہ کمر باندھے تو مظلوم

کو تنہا مت چھوڑو بلکہ اس کی مدد کرو اور ظالم کے ظلم کو دفع کرو۔

اعانت کارِ خیر فرمایا اللہ تعالےٰ نے ایک دوسرے کی مدد کرو نیک کام میں اور تقویٰ پر۔

ف: اس زمانہ میں اگر کوئی شخص نیک کام کرنے کو کھڑا ہوتا ہے لوگ اس کا سارا بوجھ اسی کے ذمّے ڈال دیتے ہیں اور اس کا شخصی کام سمجھتے ہیں۔ کوئی اس کی بات تک نہیں پوچھتا۔ اس آیت سے تاکید معلوم ہوئی کہ سب کو اس کی مدد جس قدر اور جس طرح ممکن ہو کرنا ضروری ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ نیکی کی طرف بلاتے ہوں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بُری بات سے روکیں اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تم میں کوئی برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دینا چاہیئے۔ اگر یہ قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے۔)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بقدر استطاعت واجب ہے جو ہاتھ سے مٹا سکے جیسے حاکم گھر کا مالک کسی مجمع کا افسر وہ ہاتھ سے مٹا ڈالے جو زبان سے روک سکے جیسے واعظ ناصح یا جس کی بات چلتی ہو وہ زبان سے کہے ورنہ خاموشی بہتر ہے فتنہ و فساد سے کیا فائدہ بس دل سے اس کو بُرا جانے اور اگر دل سے بھی نفرت نہ ہو تو ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔ واجب تو اتنا ہی ہے باقی اگر کسی شخص کو ہمّت ہو اور باوجود خوف

کے پھر بھی تمام مصائب و تکالیف کی برداشت کر سکے تو بہت بڑی اولوالعزمی ہے قال اللہ تعالیٰ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔

اقامت حدود ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کرنا ایک حد کا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے بہتر ہے چالیس دن کی بارش سے۔ اللہ تعالیٰ کے ملک میں۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔)

اور ارشاد فرمایا قائم کیا کرو حدود اللہ کو اپنوں میں اور غیروں میں نہ پکڑے تم کو اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔)

حدود وہ سزائیں ہیں جو شریعت میں بعض معاصی پر مقرر ہیں۔ ان میں کسی کی رعایت جائز نہیں وہ مثل نماز روزہ کے فرض ہیں اس میں تصرف کرنا جیسے نماز روزہ میں تصرف کرنا اور جن افعال پر سزا مقرر نہیں اس میں سزا دینا تعزیر ہے۔ یہ حاکم کی رائے پر ہے اس میں کمی کرنا کسی مصلحت سے رعایت و درگزر کرنا جائز ہے بلکہ بعض مواقع پر بہتر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔

اشاعت دین اشاعت دین کرنا اور اس کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

ادائے امانت ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان نہیں جس میں صفت امانت داری نہیں (روایت کیا اس کو احمد نے۔)

اور طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ خیر خواہی کرو علم میں کیونکہ علم میں

خیانت کرنا مال میں خیانت کرنے سے سخت ہے یعنی کسی کو علم میں دھوکہ مت دو۔ غلط بات مت بتلاؤ جو نہ آتی ہو کہہ دو کہ ہم نہیں جانتے۔

قرض دینا ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور کسی کو قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔فقط۔ وجہ اس کی ایک تو یہ ہے کہ صدقہ تو بدون حاجت بھی مانگ لیا جاتا ہے اور قرض حاجت مند ہی مانگتا ہے۔ دوسری یہ کہ صدقہ دے کر بے فکری ہو جاتی ہے قرض دے کر اس کی طرف التفات اور تعلق لگا رہتا ہے اور دیر میں وصول ہونے سے خصوصًا اپنی حاجت کے وقت وصول نہ ہونے پر سخت کُلفت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا ثواب زیادہ ہے۔

نکتہ اٹھارہ میں یہ ہے کہ اصل میں اس کا ثواب صدقہ سے مضاعف ہے یعنی صدقہ میں ایک روپیہ کا ثواب برابر دس روپیہ کے ملتا ہے تو اس میں ایک ایک کی جگہ دو دو ملتے ہیں تو کل بیس روپیہ ہوئے لیکن چونکہ اس نے اپنا روپیہ وصول کر لیا۔ ۲ روپیہ اس میں گھٹ کر اٹھارہ رہ گئے (واللہُ اعلم بحقیقۃ الحال)

مدارات ہمسایہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اپنے پڑوسی کو نہ ستائے (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کرو اپنے پڑوسی سے۔ ہو جاؤ گے تم ایمان والے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے) اور ایک حدیث

میں وارد ہے کہ یہ بات حلال نہیں کہ خود پیٹ بھر کر کھا لیوے اور پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔

حسنِ معاملہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر ہو کر اٹھائے جائیں گے مگر جس نے اللہ کا خوف کیا اور پاک معاملہ کیا اور سچ بولا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقاضا کسی حق کا کیا اور بہت سختی کی۔ آپؐ کے صحابہؓ نے اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا اس کو کچھ مت کہو۔ اس لئے کہ حق دار کو کہنے کا حق ہے اور اس کے لئے ایک اونٹ خرید دو۔ لوگوں نے عرض کیا اس کے اونٹ سے اچھا ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہی خرید کر دو۔ پس بے شک تم سب میں اچھا وہ شخص ہے کہ دوسرے کا حق اچھی طرح ادا کرے۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔)

ف: صاحبو! آپ نے حضورؐ کی خوش معاملگی دیکھی آپ سے کوئی ذرا تقاضا کرتا ہے تو مزاج بگڑ جاتا ہے۔ افسوس بدنام کنندۂ بزرگان ہم ہی لوگ ہیں۔

انفاق فی الحق ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ناپسند کیا ہے۔ مال کا ضائع کرنا۔ (روایت کیا اس کو شیخین نے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا یعنی مال کو اڑاؤ مت۔

قدردانی مالِ حلال مالِ حلال کی قدر کرنا چاہیئے اس کو برباد نہ کرے مال پاس رہنے سے نفس کو اطمینان رہتا ہے ورنہ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی چیز کام نہ آئے گی بجز دینار و درہم کے (روایت کیا اس کو احمد نے)

یعنی جس کے پاس روپیہ ہوگا وہ حرام کسب سے، حسد سے، دین فروشی سے، سوال و ذلّت سے، امراء کے دروازوں پر جانے اور ان کی خوشامد کرنے سے ظالموں کے ظلم و ستم سے اپنے دین وعلم کو برباد و خوار کرنے سے بدولت مال کے بچا رہے گا۔ اس لئے ہاتھ تھام کر خرچ کرنا چاہیئے۔ فضولیات میں خرچ نہ کرے۔ گو مباح ہی کیوں نہ ہو، اور غیر مشروع میں خرچ کرنا تو صریح حرام ہے اس کا ذکر ہی کیا۔ خصوصًا جو لوگ اہلِ تعلق و محبوس اسباب ہیں ان کو تو یہ امر بہت ضروری ہیں بلکہ جس قدر آمدنی ہو اس میں سے جتنا ممکن ہو پس انداز کرتا رہے تاکہ محتاجی پیری قحط و سختی کے زمانہ میں کام آوے۔ اس میں کوئی گناہ نہیں اگر اچھی نیّت ہو تو ثواب جیسا وارد ہے۔ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔

جواب سلام و عطس | شیخین نے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حقوق مسلمان پر پانچ ہیں (ان میں دو یہ فرمائے)۔

(۱) سلام کا جواب دینا۔ (۲) اور چھینکنے والے کو جواب دینا۔ (ف) قرآن مجید میں ہے کہ جب تم کو کوئی سلام کرے تو اس سے اچھا جواب دو یا ویسا ہی لوٹا دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں سر ہلا دینا یا ہاتھ اٹھا دینا ہی کافی نہیں۔ اسی طرح سلام کا صیغہ حدیث شریف میں ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یا اس کے قریب قریب الفاظ آئے ہیں۔ آداب، بندگی، کورنش یہ سب بدعت سیئہ ہیں۔ خیر اگر کوئی سلام کے لفظ سے بہت ہی برا مانے تو اس کو حضرت سلامت یا تسلیم یا تسلیمات کہنے تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ چھینکنے والے کا جواب یعنی کہ جب کوئی چھینک لے کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہنا چاہیئے۔

کسی کو ایذا وضرر نہ دینا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ نہ ایک کی طرف سے ضرر پہنچنا چاہیئے نہ دونوں طرف سے۔ (روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔)

اور ارشاد فرمایا آپؐ نے مسلمان تو وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ بچے رہیں (روایت کیا اس کو بخاری نے) ف: دوسری حدیث سے مسلمان کو پہلی حدیث سے عام مخلوق کو ضرر پہنچانے کو منع فرمایا۔ گو وہ زبانی ہو۔ مثلاً کسی کو گالیاں دینا، غیبت وشکایت کرنا یا ہاتھ سے مارنا، ظلم کرنا۔

اجتناب عن اللھو عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی چیزیں لہو ولعب کی ہیں سب بیہودہ ہیں مگر ایک تو کمان سے تیر پھینکنا دوسرے گھوڑے کو سدھانا، تیسرے اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا۔ یہ تینوں کھیل فائدے کے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

ف: یعنی اکثر دل بہلانے کی چیزیں وقت عزیز کی ضائع کرنے والی اور لغو ہیں مگر یہ تینوں یا جو ان کے مثل ہو جس میں کوئی معتدبہ فائدہ ہو ان کا مضائقہ نہیں۔ یہاں سے شطرنج گنجفہ، چوسر اور ہزاروں لغویات کا حال

معلوم ہو سکتا ہے بلکہ ان کے آثار مذمومہ میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو باطل سے بڑھ کر کسی لقب کے مستحق نہیں، اور جو فائدے اس میں بیان کئے جاتے ہیں عقلاء کے نزدیک دُور مُشت سے زیادہ ان کی وقعت نہیں ہے.

راہ سے ڈھیلا و پتھر ہٹا دینا ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص چلا جاتا تھا. راہ میں کوئی خاردار شاخ پڑی دیکھی اس کو ہٹا دیا تھا کہ چلنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے. اللہ نے اس کی قدر کی اس کو بخش دیا. شیخین کی حدیث میں اس کو تمام شعب الایمان میں ادنیٰ فرمایا ہے اور اسی پر بفضلہٖ تعالےٰ خاتمہ ہو گیا. شعب الایمان کے بیان کا.)

دُعا و شکر یا الٰہی صدقہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس رسالہ کو جس طرح اپنے فضل سے اتمام کو پہنچایا اسی طرح شرفِ قبولیت سے مشرف بھی فرمائیے اور مسلمانوں کے حق میں اس کو مفید و نافع کیجئے کہ اس کو سمجھ کر اور عمل کر کے اپنے ایمان کو کامل بنا دیں اور سب کے طفیل و برکت سے اس ناکارہ کو ایمان کامل بخش کر اس رسالہ کو وسیلہ نجات و ذریعہ اپنے قرب و رضامندی کا کیجئے.

این دُعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

◎

بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ قد وقع الفراغ من تسوید
ھا الذی ھو تبییضھا لخمس عشر خلون من
شھر اللہ المحرم الحرام یوم الخمیس ۱۳۱۵ھ من الھجرۃ
فی بلدۃ الکانفور مدرسۃ جامع العلوم الملحقۃ
بجامع الیامدۃ صانھما اللہ تعالیٰ عن النصب والھموم
ربّنا تقبل منا انّک انت السمیع العلیم وتب علینا انک
انت التواب الرحیم ولا تواخذنا ان نسینا او اَخْطَانا
رَبنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین
من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا
واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا عَلَی القوم
الکافرین ہ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ،
وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین ہ

ضمیمہ مفیدہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا ذکر ھادم اللذات یعنی الموت، (ترمذی)
چونکہ تکمیل ایمان اعمال صالحہ واخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے جیسا کہ رسالہ
ہذا میں مذکور ہوا اور تحصیل ان اعمال واخلاق کی بوجہ نسیان آخرت وحُبّ دُنیا
کے دشوار ہو رہی ہے اس لئے اس مرض کا علاج حدیث مذکور میں یہ فرمایا گیا
کہ تم موت کو زیادہ یاد کرو۔ اس سے سب کام بن جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ
موت کی یاد ہی ہے کہ اس کے سب اگلے پچھلے حالات متعلقہ پیش نظر کئے جاویں

اس لئے اس مضمون کا ایک قصیدۂ سلیس حضرت شیخ سعدیؒ کے کلام سے نقل کرتے ہیں کہ اس کو گاہ گاہ مطالعہ کریکے سفرِ آخرت میں چُست و چالاک ہوں۔

قصیدہ

روزے کہ زیر خاک تن ما نہان شود — آنہا کہ کردہ ایم یکایک عیاں شود
یارب بفضل خویش بخشائے بندہ را — آں دم کہ عازم سفر آں جہاں شود
بیچارہ آدمی کہ اگر خود ہزار سال — مہلت بیابد از اجل و کامران شود
ہم عاقبت چو نوبتِ رفتن بدو رسد — با صد ہزار حسرت ازاینجا رواں شود
فریاد ازاں زماں کہ تنِ نازنین ما — بر بستر ہواں فتد و ناتواں شود
اصحاب را چو واقعۂ ما خبر کنند — ہر دم کسے برسم عیادت رواں شود
وانکس کہ مشفق ست دلش مہربانِ ماست — در جستن دوا بہ بر ایں و آں شود
وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب — در حال ما چو فکر کند بدگمان شود
گوید فلان شراب طلب کن کہ سود ست — مارا بدن ہئید بے در زیاں شود
شاید کہ یک دو روز دگر ماند عمرِ ما — واں یک دو روز بر سر سود و زیاں شود
یاران و دوستاں ہمہ در فکرِ عاقبت — کاحوال بر چہ گونہ و حال از چساں شود
تا آں زماں کہ چہرہ بگردد ز حال خویش — و آں رنگِ ارغوانی ما زعفراں شود
واں رنج در وجود بنوعے اثر کند — کز لاغری لباس یکے ریسماں شود
در ورطۂ ہلاک فتد کشتی وجود — نیز از عمل بماند بے بادباں شود
آید شہ ملائکہ در وقتِ قبض روح — چوں بنگریم دیدہ ما خوں فشاں شود

بایدکہ در چشیدن آن جامِ زہرناک — شیرینی شہادت[1] ما در زبان شود
یارب مدد بخش کہ ما را دران زمان — قولِ زبان موافق قولِ جَنان[2] شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاہ دار — تا از عذاب و خشم تو جان و امان شود
فی الجملہ روح و جسم ز ہم مفترق شوند — مُرغ از قفس برآید و در آشیان شود
جان از بود پلید شود در زمین فرد — در پاک باشد زبر آسمان شود
آوارہ در سرائے بیفتد کہ خواجہ مُرد — در یم و زیر خانہ پر آہ و فغان شود
از یک طرف غلام بگرید بہای ہائے — وز یک طرف کنیز بزاری کنان شود
دُرِّ یتیم گوہر یک دانہ را ز اشک — جزع دو دیدہ پُر ز عقیق یمان شود
تابُوت و پنبہ و کفن آرند و مردہ شوی — اورا دو ذکرِ آن ز کران تا کران شود
آرند نعش تا بلب گور و ہر کہ ہست — بعد از نماز باز سر خان[3] و مان شود
ہر کس رود بہ مصلحت خویش و جسم ما — محبوس و مستمند دران خاکدان شود
پس منکر و نکیر بہ پرسند حال ما — دین جملہ حکمہا ز پے امتحان شود
گر کردہ ایم خیر و نماز خلاف نفس — آن خاکدان تیرہ بما گلستان شود
در جرم و معصیت بود و فسق کار ما — آتش ور فتد بہ لحد ہم دُخان شود
یک ہفتہ یا دو ہفتہ کم و بیش صبح و شام — با گریہ دوست ہمدم و ہمداستان شود
حلوا سہ چار صحن شب جمعہ چند بار — بہر ریا بخانہ ہر گورخان شود
وان مصرعہ نیز کہ از سر رشتہ داشت — خواہد کہ باز بستۂ عقد فلان شود
میراث گیر کم خرد آید بہ جستجوئے — بس گفتگوئے بر سرِ باغ و دکان شود
نامی ز ما بماند و اجزائے ما تمام — در زیر خاک با غم و حسرت نہان شود

---

[1] کلمۂ توحید، [2] بہشت، [3] بمعنی اسباب۔

وانگاه چند سال برین حال بگذرد — آن نام نیز گم شود و بے نشان شود

وان صورتِ لطیف شود جملہ زیر خاک — وان جسم زورمند کفِ استخوان شود

از خاکِ گور خانہ ماخشتہا پزند — وان خاک خشت و سنگش گل گران شود

دوران روزگار بما بگذرد بسے — گاہے شود بہار و دگر گہ خزان شود

تا روزِ رستخیز کہ اصنافِ خلق را — تنہا ز بہر عرض قرین روان شود

حکم خدائے عزّ و جل کائنات را — در فصل ہر فیصلہ بکلی روان شود

از گفتن و شنیدن و از کردہائے بد — در مؤقف محاسبہ یک یک عیان شود

میزان عدل نصب کنند از برائے خلق — یک سر سبک بر آید و یک سر گران شود

ہر کس نگہ کند بہ بد و نیک خویشتن — آنجا یکے غمین و یکے شادمان شود

بندند باز بر سرِ دوزخ پل صراط — ہر کس از و گذشتہ مقیم جنان شود

وآنکس کہ از صراط بہ لرزید پائے او — در خواری[1] و عذاب ابد جاودان شود

اشرار را حرارت دوزخ کند قبول — و ابرار را عنایت حق سائبان شود

بس روئے ہمچو ماہ ز خجلت شود سیاہ — بس قد کہ ہمچو تیر ز ہیبت کمان شود

بس شخص بینوا کہ ورا از علو قدر — عشرت سرائے جنت اعلیٰ مکان شود

بس پیر مستمند کہ در گلشن مراد — بوئے بہشت بشنود نوجوان شود

مسکین اسیرِ نفس و ہوا کاندران مقام — با صد ہزار غصّہ قرین ہوان شود

برگے کہ از برائے مطیعان کشد خدائے — عاصی چہ گونہ بر سر آن برگ خوان شود

خرم وے کہ در حرم آباد آن و عیش — حق را بخوانِ لطف و کرم میہمان شود

این کار دولت ست ندانند کسے یقین
سعدیؒ یقین بجنت و خلدت چسپان شود

جمعہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

---

[1] خواری۔

اَغلاطُ العوام

یعنی

عَوام کے غلط مسَائل

عقائد اور اعمال سے متعلق عوام میں پھیلے
ہوئے غلط مسائل کی نشان دہی۔

حکیم الامّت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

بتویب جدید مع اضافات
مولانا مہربان علی صاحب بڑوتوی

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔
اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام فرمایا ہے

صِفائیٔ مُعامِلات

صحیح اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے درستگی معاملات کی اہمیت پر سیر حاصل بحث۔ اس کتاب میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ رزقِ حلال سے کون کون سی صفات ظاہر ہوتی ہیں اور رزقِ حرام سے کیا کیا خامیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴